إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن
وداً" (سورۃ مریم: 96)

ایمان، احسان، حسن اعمال، آداب زندگی وحسن معاشرت
پر ایک نایاب گنجینہ،

بنام

آدابُ السالکین
فی
خَزینۃِ المؤمنین

مؤلف: مفتی اُحمد ادیب مصباحی

حسب حکم:

پیر طریقت رہبر شریعت نازش علم وعمل حضرت صوفی **سید محمد نورالحسن نور نوابی**

ISBN:-978-93-94037-47-2

نام کتاب	:	آدابُ السالکین فی خَزینۃِ المؤمنین
مؤلف	:	مفتی اُحمد ادیب مصباحی
حرف کار	:	وقار نوری نوابی
سرورق	:	آصف عزیزی نوابی
صفحات	:	148
ناشر	:	دبستان نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز

dabistanenawwabiya@gmail.com
www.dabistanenawwabiya.com

قیمت	:	Rs. 300 (تین سو روپئے)
تعداد	:	500
سن اشاعت	:	مئی (2025)

تقسیم کار: آستانہ عالیہ نوابیہ

قاضی پور شریف، پوسٹ منڈوہ، ضلع فتحپور ہسوہ یو۔پی۔(انڈیا) پن کوڈ۔212653

برائے رابطہ

احمد ادیب مصباحی	+919726880001
پتہ: موضع غوثیہ، سرائے عاقل کوشامبی۔	+918866222412
یو۔پی	+919415494492
Mobile:9793207194	+919426268823

شرفِ انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

شمس العارفین، بدرالکاملین، فخرالسالکین، قدوۃ الواصلین، محبوب المقربین، عاشق سیدالمرسلین، **حضرت الحاج خواجہ صوفی سیدنواب علی شاہ** حسنی عزیزی جہانگیری منعمی ابوالعلائی قادری چشتی نقشبندی سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز

کی ذاتِ بابرکات سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جن کی تعلیماتِ طریقت، معرفتِ الٰہیہ، اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور سیرتِ طیبہ، سالکین راہِ حق کے لیے مشعل حیات ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احمد ادیب مصباحی

کلماتِ خیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ، وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

بہ دیدۂ محبت و نیاز مفتی احمد ادیب مصباحی سلمہ نے اپنی روحانی کاوش "آداب السالکین فی خزینۃ المؤمنین" پیش کی ہے، جس پر میں دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے سالکینِ جادۂ حقیقت کے لیے مشعلِ راہ بنائے۔

یہ کتاب نہ صرف ایمان واحسان جیسے دقیق اور لطیف موضوعات کو عام فہم انداز میں پیش کرتی ہے بلکہ صوفیائے کرام کے مستند اقوال اور واقعات کے ذریعے قاری کو ایک عملی اور دل نشیں خاکہ مہیا کرتی ہے۔ ایمان کی حقیقت، احسان کا جوہر، باطنی طہارت، اور اہمیتِ اخلاص جس حکمت و دانائی سے اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں، وہ اس کے مصنف کے ذوقِ سلیم اور حسنِ نیت کی دلیل ہے۔ اور ایسا

کیوں نہ ہوتا کہ مصنف ایک عالمِ باعمل، سخن طراز بے بدل حضرت علامہ احمد حبیب قادری الہ آبادی کے فرزند ارجمند ہیں۔ جن سے اس فقیر کے رابطۂ قلبی کو دو دہائیاں بیت چکی ہیں۔ لہٰذا یہ کتاب از پدر بہ پسری رسد کی آئینہ دار ہے۔

مجھے قوی امید ہے کہ یہ کتاب نہ صرف جویندگان علم ومعرفت کے لیے رہ نمائی کا سبب بنے گی بلکہ کارگاہ عمل کو بھی ہموار کرے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کو مزید علمی وروحانی ترقیات عطا فرمائے اور اسے دین وطریقت کی خدمت کا ذریعہ بنائے۔

والسلام

الداعی

سید محمد نور الحسن نور نوابی

عرضِ مصنف

الحمد للہ الذی شرفنا بالایمان وزیّن قلوبنا بالاحسان، والصلاۃ والسلام علی سیدالانام، منبع الحسن والاتقان، سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وعلی آلہ واصحابہ اولی العرفان۔ وبعد!

قلم ہاتھ میں لیتے ہوئے دل کی کیفیت عجیب ہے، شکر وعجز کا امتزاج اور امید وخوف کا سنگم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عنایت اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ کرم کے طفیل یہ سطور رقم ہو رہی ہیں، جنہیں میں نے تصوف کی پُرنور وادی میں ایمان، احسان، ارکان اسلام، حسن اعمال، آدابِ زندگی اور حسنِ معاشرت جیسے بنیادی واہم موضوعات پر تحریر کیا ہے۔

میری پہلی تصنیف "فتاویٰ حبیبیہ" کے بعد یہ سعادت میرے مقدر میں اس وقت آئی، جب پیر طریقت، منبعِ معرفت، فخر سلسلۂ نوابیہ، حضرت سید نور الحسن نور نوابی مدظلہ العالی کی پرنور نگاہِ کرم اور حکم سے اس کتاب کی تالیف کا آغاز ہوا۔ حضرت کی روحانی رہنمائی، دعا اور مشفقانہ تاکید ہی اس کام کی اصل بنیاد اور تحریک ہے۔ اس نسبتِ خاص کی برکت سے میں نے یہ کوشش کی کہ صوفیاء کرام کی ان مبارک تعلیمات کو پیش کروں، جو انسان کے ظاہر وباطن دونوں کو سنوارتی ہیں۔

کتاب کے پہلے باب میں ایمان کی وہ بنیادیں بیان کی گئی ہیں، جن کے بغیر کوئی عمل معتبر نہیں۔ اسی ایمان کی سچائی پر انسان کی نجات موقوف ہے اور اسی کی پختگی سے باقی تمام اعمال میں حسن پیدا ہوتا ہے۔

اس کے بعد احسان کی اس نورانی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے، جو عبادات میں روح پھونکنے کا ذریعہ ہے۔

تیسرے مرحلے میں ارکانِ اسلام یعنی کلمۂ طیبہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج کے ظاہری اور باطنی اور دوسرے اہم پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہے، تا کہ بندہ شریعت کے ظاہری دائرے میں رہتے ہوئے باطنی نور سے بھی بہرہ ور ہو۔

اس کے بعد حسنِ اعمال پر گفتگو ہے، یعنی بندے کے جملہ اعمال میں اخلاص، اتباعِ سنت، خشوع وخضوع، استمرار اور تکبر سے پاکی جیسے صفات شامل ہوں۔ ان صفات کے بغیر اعمال ثواب کے قابل نہیں بنتے۔

اس کے بعد اسلامی آدابِ زندگی کو بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں ان سنہری اصولوں کا تذکرہ ہے جن پر عمل پیرا ہونے سے انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی سنورتی ہے اور دل میں نور، سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔

آخر میں حسنِ معاشرت کا جامع باب شامل کیا گیا ہے، جس میں معاشرتی زندگی میں حسنِ اخلاق، نرمی، عفو و درگزر، صبر وتحمل، ایثار وقربانی، محبت و اخلاص، حسنِ ظن اور خیرخواہی جیسے اوصاف پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ فردِ مومن اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی میں صوفیاء کرام کی تعلیمات کا پیکر بن جائے اور معاشرہ امن، محبت، اور اخلاقِ حسنہ کی خوشبو سے معطر ہو جائے۔

میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ ہر بات کا حوالہ معتبر، مستند اور اہلِ سنت و جماعت کے معتمد علیہ مصادر سے دیا جائے۔ ساتھ ہی صوفیاء کرام کے اقوال، حکایات، اور عملی واقعات سے مضمون کو نکھارا گیا ہے، تا کہ قاری کا ذہن محض علمی بحث میں الجھ کر خشک نہ ہو جائے، بلکہ روح کو بھی حرارت، نور اور محبت حاصل ہو۔

میں اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ یہ کوشش کامل نہیں، البتہ اخلاص کے ساتھ کی گئی ہے۔ اگر کسی جگہ خطا یا کوتاہی ہو تو قارئینِ کرام اسے میری بشری تقصیر پر محمول فرماتے ہوئے درگزر فرمائیں۔

آخر میں بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ وہ اس حقیر کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے، اسے میرے لیے ذریعۂ نجات و مغفرت بنائے، اور شیخ کامل حضرت سید نورالحسن نور نوابی مدظلہ العالی کی عمر میں برکت، صحت میں افزائش، اور فیوض و برکات میں تسلسل عطا فرمائے، اور میرے والد گرامی، عالمِ باعمل، حضرت علامہ احمد حبیب حبیبی قادری دامت برکاتہم العالیہ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے کہ جن کی علمی نگرانی، اصلاح، فقہی بصیرت اور صوفیانہ نکتہ رسی و راہنمائی نے اس کتاب کو علمی وقار، اعتدال، اور حسنِ ترتیب عطا فرمایا۔

اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ہر قاری کے قلب و باطن میں نورِ ایمان، محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذوقِ سلوک پیدا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

عرض گزار

احمد ادیب مصباحی

کوشامبی، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ الْعِلْمَ نُورًا، وَالْقَلَمَ سِرًّا مَسْتُورًا، وَفَضَّلَ أَهْلَ الْعِلْمِ تَفْضِيلًا، وَأَعْطَاهُمْ شَرَفًا جَلِيلًا۔
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ كَانَ نُورًا فِي الظُّلُمَاتِ، وَدَلِيلًا لِلطَّالِبِينَ فِي الطُّرُقَاتِ، سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أُولِي الْفُضُولِ وَالْخَيْرَاتِ۔ وبعد

{باب: ایمان کے بیان میں}

فصل: ایمان کی تعریف اور اس کی اہمیّت

ایمان اسلام کا بنیادی رکن ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ قرآن وحدیث میں ایمان کی بے شمار فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، اور اس پر ہی دنیا وآخرت کی کامیابی کا دارومدار ہے۔

ایمان کی تعریف: جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے، اس کی تصدیق کا نام ایمان ہے۔

امام عمر النسفی اپنی مشہور کتاب "شرح العقائد النسفیہ" میں ایمان کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں: "الإِيمَانُ هُوَ التَّصْدِيقُ بِكُلِّ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ عِنْدِ اللهِ تَعَالَى

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ لے کر آئے اس کی تصدیق کا نام ایمان ہے۔

(شرح العقائد النسفیہ، صفحہ 143)

فصل: ایمان اور عمل کا تعلق

اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ عمل ایمان کا جز نہیں، بلکہ کمالِ ایمان کے لیے شرط ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص بنیادی عقائدِ ایمان پر یقین رکھتا ہے مگر عمل میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ گناہگار ہوگا، لیکن کافر نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"الإيمان هو الإقرار والتصديق، والعمل شرط كمال له، وليس جزءًا منه."

ترجمہ: "ایمان، اقرار اور تصدیق کا نام ہے، عمل اس کے کمال کی شرط ہے، مگر اس کا جز نہیں۔"

(شرح فقہ اکبر، ص:45)

ایمان کی علامات:

ایمان کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ بندہ دل سے توحید کا اعتقاد رکھے، آنکھوں کو ممنوعات سے بچائے، حق تعالی کی نشانیوں اور آیتوں سے عبرت حاصل کرے، کانوں سے کلام الٰہی کی سماعت کرے، معدے کو حرام چیزوں سے خالی رکھے، زبان سے سچ بولے اور بدن کو منہیات سے اس حد تک محفوظ رکھے کہ باطن ظاہر سے متحد ہوجائے۔

(کشف المحجوب، تیسرا کشف، ایمان کے بیان میں، صفحہ:394)

فصل: ایمان کے دنیوی واُخروی فوائد

ایمان صرف آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہی نہیں، بلکہ دنیا میں بھی اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ قرآن وحدیث میں ایمان کے فوائد کو کئی پہلوؤں سے بیان کیا گیا ہے، جن میں دنیوی، اخلاقی، روحانی، اور اُخروی فوائد شامل ہیں۔

دنیوی فوائد

:سکونِ قلب اور روحانی اطمینان

اللّٰہُ تَعَالٰی کا ارشاد ہے:

"الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں، خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔"

(سورۃ الرعد، آیت:28)

حدیث پاک میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا ذَكَرْتُمُ اللَّهَ طُمَأْنِينَةٌ وَإِذَا ذَكَرْتُمُ النَّارَ بَكَيْتُمْ"

ترجمہ: جب تم اللہ کو یاد کرتے ہو تو تمہیں اطمینان نصیب ہوتا ہے، اور جب تم جہنم کو یاد کرتے ہو تو روتے ہو۔"

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب 10، حدیث 3377)

خوف اور غم سے نجات:

قرآن کریم میں اللّٰہُ تَعَالٰی کا ارشاد ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"

ترجمہ:" بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر ثابت قدم رہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(سورۃ الاحقاف، آیت:13)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يَخَافُ الْمُؤْمِنُ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَحْزَنُ فِي الْآخِرَةِ"

ترجمہ:" مومن دنیا میں خوفزدہ نہیں ہوتا اور آخرت میں غمگین نہیں ہوگا۔

(مسند احمد، جلد 5، صفحہ 428، حدیث 23364)

مشکلات سے نکلنے کا راستہ:

قرآن کریم میں ہے

"وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا"

ترجمہ:" جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے"۔

(سورۃ الطلاق، آیت:2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ"

ترجمہ:" جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزہد، باب 15، حدیث 5081)

عزت اور کامیابی:

قرآن پاک میں ہے۔

"وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ"

ترجمہ: اور عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے۔

(المنافقون:8)

برکت اور رزق میں اضافہ:

قرآن پاک میں ہے۔

"وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ"

ترجمہ: اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

(الاعراف:96)

برے اعمال کا کفارہ اور اصلاح:

قرآن پاک میں ہے۔

"وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ"

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ہم ان کی برائیوں کو دور کر دیں گے اور ان کے اچھے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے۔

(العنکبوت:7)

اخروی فوائد

جنت کی لازمی ضمانت:

اللہُ تَعَالَیٰ کا ارشاد ہے۔

"وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ"

ترجمہ:" اور ان لوگوں کو خوشخبری دو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ ان کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں"۔

(سورۃ البقرہ، آیت:25)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"مَنْ قَالَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ"

ترجمہ:" جس نے دل سے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب10، حدیث33)

اللہ کی مغفرت اور اجر عظیم:

قرآن کریم میں ہے۔

"وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ"

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے، انہیں ان کے رب کے پاس وہ ملے گا جو وہ چاہیں گے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(الشوریٰ:22)

پل صراط سے بآسانی گزرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْمُؤْمِنِينَ فَيَسْجُدُونَ، فَيَجُوزُونَ عَلَى الصِّرَاطِ."

ترجمہ:" پھر مومنین کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی، اور وہ پل صراط سے آسانی سے گزر جائیں گے۔

(مسند احمد، جلد6، صفحہ165، حدیث24765)

جہنم سے نجات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صَادِقًا مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ"

ترجمہ:" جس نے سچے دل سے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب 3، حدیث 99)

نتیجہ

ایمان کے دنیوی فوائد میں سکونِ قلب، عزت، رزق میں برکت، مشکلات سے نجات اور گناہوں کی معافی شامل ہیں۔ جبکہ اخروی فوائد میں جنت، مغفرت، قبر کے عذاب سے نجات، پل صراط سے آسانی اور جہنم سے نجات شامل ہیں۔

فصل: ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت وجماعت

تعریف: ضروریاتِ دین سے مراد وہ احکام و مسائل ہیں جو قرآن، احادیثِ متواترہ، اجماع سے اس طرح ثابت ہوں کہ ان میں کسی بھی قسم کی تبدیلی نہ ہو، نہ ہی کسی کے لیے انکار کا کوئی راستہ ہو۔ ان کا جاننا عوام وخواص سب پر لازم ہے، اور کسی ایک کا بھی انکار کفر ہے۔

(الفتاوی الحدیثیہ لأحمد بن حجر الہیتمی المکی، ص: 141، دار الفکر)

ضروریات دین کی مثالیں (عقائد سے) متعلق

□ اللہ جل شانہ کا ایک ہونا، ذات وصفات میں شریک سے پاک ہونا، بے عیب ہونا، اس کی ذات کا واجب الوجود ہونا، تنہا عبادت کا مستحق ہونا، الوہیت میں منفرد ہونا

□ قدیم ہونے میں منفرد ہونا، تخلیق یعنی ممکنات کی ایجاد میں منفرد ہونا، بے مثل ہونا، رحیم وخبیر، لم یلد ولم یولد، حی ہونا، قیوم ہونا، علم والا ہونا، اللہ تعالیٰ کے علم کا جزئیات و کلیات کو محیط ہونا، قدرت والا ہونا، ارادہ والا ہونا، قدیم وسمیع وبصیر اور متکلم ہونا، رب العالمین ہونا، آسمانی کتابیں نازل کرنا، رسولوں کو بھیجنا، تمام رسولوں پر ایمان لانا، فرشتوں کے وجود پر ایمان رکھنا، مردوں کو زندہ کرنا، جزاوسزا کے لیے حشر ونشر ہونا، مومنوں کے لیے خلود فی الجنہ، وکافروں کے لیے خلود فی النار، دنیا کا حادث ہونا، اللہ تعالیٰ کا اجسام کے مانند جسم سے پاک ہونا، اس پر ایمان رکھنا کہ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، وہ مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے، اس میں تغیر نہیں آسکتا، اسے مقدار عارض نہیں، وہ شکل سے منزہ ہے، اس کا مکان اور جگہ سے پاک ہونا، اس پر ایمان رکھنا کہ اللہ جل شانہ کا علم ذاتی ہے، اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے

□ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا علم دوسروں سے زائد ہے، ابلیس کا علم معاذ اللہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے ہرگز وسیع نہیں، جو علم اللہ جل شانہ کی صفت خاصہ ہے، وہ ہرگز ابلیس لعین کے لیے نہیں ہوسکتا، سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے علم کو بچے، پاگل کے علم سے تشبیہ دینا سرکار کی توہین ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول ہیں، وہ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا، وہ تمام مخلوقات

میں سب سے افضل ہیں، قرآن کریم کو کلام الٰہی جاننا، قرآن کریم کو کامل ماننا، یعنی جس طرح نازل ہوا تھا اسی طرح محفوظ ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے، انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو دوسرے تمام انسانوں سے افضل ماننا، جنت اور اس کی نعمتیں، دوزخ اور اس کا عذاب حق ہے، احکام میں نسخ واقع ہونا، تعظیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مسجد حرام سے بیت المقدس تک سفر معراج کا اعتقاد رکھنا، انبیائے کرام کا صاحب معجزات ہونا، مسلمان کو مسلمان جاننا و کافر کو کافر جاننا، اس پر یقین رکھنا کہ وحی الٰہی کا نزول، کتب آسمانی کی تنزیل، جن و ملائکہ، قیامت و بعث، حشر و نشر، حساب و کتاب، ثواب و عذاب اور جنت و دوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں، نبی کو ولی سے افضل جاننا، اجماع کو حجت ماننا، قیاس و فقہ کو حجت ماننا وغیرہ یہ تمام عقائد ضروریات دین سے ہیں۔

ضروریات دین کی مثالیں (اعمال سے) متعلق

جنابت سے غسل کا واجب ہونا، پانی دستیاب نہ ہونے پر تیمم کا واجب ہونا، پیشاب، پاخانہ جیسی چیزوں سے وضو کا ٹوٹنا، پنج وقتہ نمازوں کا وجوب و پنج وقتہ نمازوں کی رکعات. نماز میں رکوع و سجدہ جیسے ارکان کا واجب ہونا، قصداً حدث کے سبب نماز کا ٹوٹنا، شرائط جمعہ سے نماز جمعہ کا واجب ہونا، جانور، فصل اور نقود میں زکات کا وجوب، روزہ رمضان کا وجوب و صاحب استطاعت پر حج کا وجوب، و خرید و فروخت، اجارہ، وقف، ہدیہ، ہبہ، اور صدقہ کو حلال جاننا، رشتہ داروں میں وراثت جاری ہونا، قرآن پاک میں ذوی الفروض کے مقررہ حصے، نکاح کی حلت، طلاق کی حلت، قصاص و دیت کا نفاذ، قتل مرتد کا حلال ہونا، شادی شدہ زانی کو

سنگسار کرنے کی حلت وغیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگانے کی حلت، چور کے ہاتھ کاٹنے کی حلت، اللہ کی قسم کھانے کی حلت، امامت و خلافت اور غلام آزاد کرنے کی حلت، حالت حیض و نفاس میں قصدا وطی کرنے کی حرمت، بلا وضو نماز پڑھنے کی حرمت، رمضان کے روزے کی حالت میں جماع کی حرمت، سود کی حرمت، غصب کی حرمت، محارم نسبیہ، محارم صہریہ، محارم رضاعیہ سے نکاح کی حرمت، تین طلاق والی عورت کا شوہر پر حرام ہونا، بیٹی اور اس کی ماں سے ایک ساتھ نکاح کی حرمت، ایک ساتھ دو بہنوں سے نکاح کی حرمت، ناحق قتل کی حرمت، زنا اور لواطت کی حرمت، چوری اور شراب کی حرمت، جوے کی حرمت، عدم اضطرار کی حالت میں مردار کھانے کی حرمت، جھوٹی گواہی دینے کی حرمت، غیبت اور چغلی کی حرمت، ایذائے مسلم کی حرمت، مس و تقبیل اجنبیہ کا معصیت ہونا، درود خوانی، تلاوت قرآن کریم کی خوبیاں، کھانا کھلانے کی خوبیاں و صدقات و خیرات کی خوبیاں، بیوی کی وراثت کا حکم، نکاح ثانی کی اباحت، اور کذب کی حرمت وغیرہ اعمال ضروریات دین سے ہیں۔

(مجلس شرعی کے فیصلے، جلد دوم، صفحہ:185،184)

ضروریات اہل سنت و جماعت: وہ مسائل ہیں جن کا مذہب اہل سنت و جماعت سے ہونا عوام و خواص سب کو معلوم ہو، ساتھ ہی ان کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہہ اور تاویل کا احتمال ہو۔

ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے والا گمراہ اور بد مذہب ہے۔

ضروریات اہل سنت و جماعت میں سے بعض یہ ہیں۔

خلفائے اربعہ علیہم الرضوان کو تمام صحابہ سے افضل جاننا و ختنین (حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت کرنا، عذاب قبر حق ہے، سوال منکر و نکیر حق ہے، وزن

اعمال حق ہے، معراج جسمانی کا حق جاننا، موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا، قرآن کو کلام الٰہی غیر مخلوق جاننا، تمام صحابہ واہل بیت علیہم الرحمۃ والرضوان کا ادب کرنا، ہمیشہ جماعت کا ساتھ دینا اور شذوذ سے بچنا، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا شفاعت کبری کے منصب پر فائز ہونا، کرامات اولیا کا حق ہونا، گناہ کبیرہ کے سبب اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا، تقلید شخصی کے وجوب کا اعتقاد رکھنا، تقدیر کے خیر وشر پر ایمان رکھنا، اہل قبلہ کی نماز جنازہ جائز سمجھنا، اللہ عز وجل کو جہت سے پاک ماننا، اللہ تعالیٰ کا جسم و جسمانیات سے مطلقا پاک ہونا، آخرت میں اہل جنت کا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے شرف یاب ہونا، سواد اعظم کے اتباع کو رحمت اور اس میں اختلاف کو عذاب جاننا حیات انبیاء (ایک پل کے لیے موت طاری ہونے کے بعد ان کا باحیات ہونا) و ملائکہ وانبیا کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، امام عالی مقام کا معرکہ کربلا میں بے قصور اور شہید ہونا، یزید کا فاسق وفاجر ہونا، اشعری یا ماتریدی ہونا۔

(ماخوذ: مجلس شرعی کے فیصلے، جلد دوم، صفحہ:200)

فصل: چند ضروری مسائل

مسئلہ: غلطی سے کلمۂ کفر زبان سے نکل گیا کہ کہنا کچھ چاہتا تھا مگر زبان سے کفری بات نکل گئی تو کافر نہ ہوگا۔ ہاں اگر بتانے کے بعد اس بات پر اڑا رہا تو اب کافر ہو جائے گا کہ اب کفر کی تائید پائی گئی اور کفر کی تائید بھی کفر ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان، کتاب السیر، ج3، صفحہ 518)

مسئلہ: ہنسی مزاق میں کلمۂ کفر کہنے والا بھی کافر ہے، اگرچہ یہ کہے کہ میرا مقصد یہ نہیں تھا۔

(فتاویٰ قاضی خان، کتاب السیر، ج3، صفحہ 518)

مسئلہ: اگر کسی کو کلمۂ کفر کہنے پر اس طرح مجبور کیا گیا کہ اگر کفری بات نہ کہے گا تو سخت مار پڑے گی یا قتل کر دیا جائے گا یا جسم کے کسی حصے کو کاٹ دیا جائے گا وغیرہ، تو ایسی صورت میں صرف زبان سے کفری بات کہنے سے کافر نہ ہوگا جب کہ دل ایمان پر مطمئن ہو۔

(فتاویٰ قاضی خان، کتاب السیر، ج3، صفحہ 518)

مسئلہ: نشہ کی حالت میں کلمۂ کفر زبان سے نکال دیا تو اگر نشہ اتنا ہو جو عقل کو زائل کر دے اور وہ شخص بھلائی و برائی کے درمیان فرق نہ کر سکے تو ایسی حالت میں کلمۂ کفر کہنے سے وہ کافر نہ ہوگا اور اگر عقل باقی ہو تو کافر ہو جائے گا۔

(فتاویٰ قاضی خان، کتاب السیر، ج3، صفحہ 528)

مسئلہ: کفر کے معاملے میں جہالت کوئی عذر نہیں، اگر کلمۂ کفر کہہ دیا تو جہالت کی وجہ سے اسے معذور نہیں سمجھا جائے گا؛ بلکہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور تجدید ایمان اور نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

(حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ، ج1، صفحہ 450)

مسئلہ: دل میں کفری بات آنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ ایمان کی دلیل ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، باب احکام المرتدین، ج2، صفحہ 301)

اللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلَى الْإِيْمَانِ، وَارْزُقْنَا حُسْنَ الْخَاتِمَةِ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ، وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ، وَاحْشُرْنَا مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ، وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب: احسان کا بیان

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو نہ صرف ظاہر کی اصلاح پر زور دیتا ہے بلکہ باطن کی تطہیر کو بھی لازم قرار دیتا ہے۔ ایمان، اسلام اور احسان تین ایسے بنیادی اصول ہیں جن پر دین کی عمارت کھڑی ہے۔ اگر ایمان عقیدہ کی اصلاح کرتا ہے اور اسلام اعمال کی درستی سکھاتا ہے تو احسان عبادات اور معاملات میں خلوص اور حسنِ سلوک پیدا کرتا ہے۔ احسان کو دین کا اعلیٰ ترین مقام کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ بندے کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے اور اس کی عبادات و اخلاق کو نکھار دیتا ہے۔

احسان دینِ اسلام کا جوہر اور روح ہے، قرآن و حدیث میں اس کی فضیلت اور اہمیت کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ فقہ و تصوف میں بھی اس کی بنیادی حیثیت ہے۔ جو شخص احسان کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے، وہ اپنی عبادت، اخلاق، اور معاملات میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے۔ یہی حقیقی کامیابی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ

ترجمہ: "بے شک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔

(سورۃ الاعراف، آیت 56)

فصل {احسان کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم}

احسان کا لغوی معنیٰ: کسی کام کو عمدگی اور خوبی کے ساتھ انجام دینا، بھلائی کرنا اور نیکی کرنا۔ عربی میں " أحسن يحسن إحسانًا " کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کو بہتر اور خوبصورت بنانا۔

اصطلاح میں احسان کا مفہوم دو بنیادی پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

اول: عبادات میں احسان: یعنی عبادت کو اس طرح انجام دینا جیسے بندہ اللہ کو دیکھ رہا ہو، اور اگر یہ کیفیت حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ یقین ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

دوم: معاملات میں احسان: یعنی بندہ مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرے، ان کے ساتھ بھلائی کرے اور بغیر کسی غرض کے دوسروں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے۔

{قرآن کریم میں احسان کا ذکر}

قرآن کریم میں احسان کو نیکی، عبادت میں اخلاص، اور لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

(سورۃ آل عمران، آیت 134)

اور فرمایا: وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 23)

اور فرمایا: هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ

اللہ احسان کا بدلہ احسان سے دیتا ہے۔

(سورۃ الرحمن، آیت 60)

{حدیث میں احسان کا ذکر}

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ"

ترجمہ: "بے شک اللہ نے ہر چیز میں احسان کو لازم قرار دیا ہے۔"

(صحیح مسلم، حدیث: 1955، کتاب الصید والذبائح، جلد 3، صفحہ 1543)

فصل:{احسان کے درجات}

حدیث جبریل میں ہمیں احسان کی کیفیت کے اعتبار سے دو حالتوں کا بیان ملتا ہے، پہلی حالت کو حالتِ مشاہدہ کہتے ہیں دوسری کو حالتِ مراقبہ کہتے ہیں۔

حالت مشاہدہ

أن تعبد الله كأنك تَرَاه ''تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔''

یہ کیفیت حالتِ مشاہدہ کہلاتی ہے۔ جب بندہ محبوب حقیقی کی یاد کو پورے دھیان کے ساتھ ہر وقت اپنے دل میں بسائے رکھے اور اسی کے تصور اور مشاہدہ کے سمندر میں غوطہ زن رہتے ہوئے اپنے آپ کو اس کی حضوری میں رکھے۔ جب دل کے تمام گوشے محبوب کی یاد اور تصور سے معمور ہو جائیں اور نس نس میں وہی سما جائے تو اس کے نتیجے میں وہ ظاہری دنیا میں جو کچھ دیکھے گا سب بے خیالی اور بے دھیانی کی نذر ہو جائے گا، جب استغراق کی یہ حالت نصیب ہو جائے تو قلب و ذہن پر پڑے ہوئے پردے اٹھ جاتے ہیں اور وہ مقام حاصل ہو جاتا ہے جس میں بندہ، اللہ کے حسن اور تجلیات کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔

حالت مراقبہ

فإن لم تكن تراه فإنه يراك. ''اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو (کم از کم یہ یقین ہی پیدا کر لے کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔''

کیفیت و حالت کے اعتبار سے یہ احسان کا دوسرا درجہ ہے۔ اور اس میں مراقبہ کی حالت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ مراقبہ بندے کا وہ علم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس پر مطلع ہے، اور اس علم کو ہر وقت برقرار رکھنا اس کے رب کی مراقبت ہے۔ یہ ہر خیر کی بنیاد ہے۔ بندہ اس درجے تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ محاسبہ (اپنے نفس کا حساب) سے فارغ نہ ہو جائے۔ جب بندہ اپنے ماضی

کے اعمال کا محاسبہ کر لیتا ہے، اپنی موجودہ حالت کو درست کر لیتا ہے، حق کے راستے پر ثابت قدم رہتا ہے، اور اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دل کی حفاظت اور اللہ کے ساتھ ہر سانس کی پاسداری کے ساتھ احسان کرتا ہے، تو وہ اپنی تمام حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی مراقبت کرتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر نگراں ہے، اس کے دل سے قریب ہے، اس کی حالتوں کو جانتا ہے، اس کے افعال کو دیکھتا ہے، اور اس کے اقوال کو سنتا ہے۔ جو شخص اس حقیقت سے غافل رہتا ہے، وہ وصل (اللہ سے تعلق) کی ابتدا سے بھی محروم رہتا ہے، پھر قربِ الٰہی کی حقیقتوں کا حصول تو اس سے کہیں دور ہے۔

(الرسالة القشيرية، باب: باب المراقبة، جلد 1، صفحہ 329، دار الكتب العلمية، بیروت)

اس سے درج ذیل فائدے حاصل ہوئے:

1۔ مراقبہ کی اہمیت: امام قشیری اس اقتباس میں واضح کرتے ہیں کہ مراقبہ احسان کا عملی مظہر ہے۔ یہ بندے کا وہ شعور ہے کہ اللہ ہر لمحہ اس کے افعال، اقوال، اور دل کی حالتوں سے باخبر ہے۔ یہ شعور بندے کو گناہ سے بچاتا ہے اور اسے اللہ کے قرب کی طرف لے جاتا ہے۔

2۔ محاسبہ کی شرط: مراقبہ تک رسائی کے لیے محاسبۂ نفس ضروری ہے۔ بندے کو اپنے ماضی کے اعمال کا جائزہ لینا، موجودہ حالت کو درست کرنا، اور حق کے راستے پر استقامت اختیار کرنا پڑتا ہے۔

3۔ قربِ الٰہی: اقتباس کا آخری حصہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ جو شخص مراقبہ سے غافل رہتا ہے، وہ اللہ سے تعلق کی ابتدا سے بھی محروم رہتا ہے، اور قربِ الٰہی کی حقیقت اس کے لیے ناممکن ہو جاتی ہے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" احسان کا پہلا مرتبہ عارف کے احوال اور اس کے قلب پر ہونے والی واردات کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی سالک پر ایسا حال طاری ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ احسان کے دوسرے مرتبہ میں عابد کی اس کیفیت کی طرف اشارہ ہے یعنی جس وقت وہ عبادت کرے تو اس علم اور یقین کے ساتھ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اسے دیکھ رہی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 601، کتاب الإیمان، مطبع: دار الفکر، بیروت)

فصل: {احسان کے فوائد}

قلب کی صفائی اور تزکیہ نفس: احسان کی بدولت نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

(" مکتوبات امام ربانی " ، مجدد الف ثانی، جلد 1، صفحہ 118، مکتوب 42)

معرفتِ الٰہی کا حصول: احسان معرفت ہے، اور معرفت عبادت کی حقیقت ہے، اور عبادت کی حقیقت قرب ہے، اور قرب مشاہدہ ہے۔ جو شخص احسان کو اختیار کرے گا وہ معرفت پائے گا اور حقیقت کو پہچانے گا۔

(" کشف المحجوب " ، داتا گنج بخش، باب 10، صفحہ 245)

دنیا و آخرت میں کامیابی: اہلِ احسان وہ ہیں جن کے دل معرفت کے نور سے منور ہوئے، جنہوں نے خلوص کے ساتھ عبادت کو مکمل کیا، اور مشاہدہ کے ذریعے حقیقت تک پہنچے۔ وہ کامل سعادت کے اہل ہیں، کیونکہ انہوں نے علم، عمل، اور اللہ سے قرب کے مقامات کو جمع کیا۔"

(" فتوحات مکیہ " ، شیخ ابن عربی، جلد سوم باب: 178 صفحہ: 559ا، دار صادر، قاہرہ)

اقوالِ صوفیہ:

سیدنا حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: الإحسانُ ترك الرُؤية للنفسِ و الرُؤية للحقّ فی کلّ حال۔

''احسان یہ ہے کہ بندہ اپنی ذات کی طرف دیکھنا چھوڑ دے اور ہر حال میں حق تعالیٰ کی طرف دیکھتا رہے۔''

(الرسالۃ القشیریۃ، جلد 1، صفحہ 45، باب ذکر تعریف التصوف، مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت،)

سیدنا حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

" ربّ عملٍ صغیرٍ تُعظّمه النّیة، وربّ عملٍ کبیرٍ تصغّره النّیة، فالإحسانُ إحسانُ النّیة"

ترجمہ: ''کبھی کوئی چھوٹا عمل نیت کی وجہ سے بڑا ہو جاتا ہے، اور کبھی کوئی بڑا عمل نیت کی وجہ سے چھوٹا ہو جاتا ہے، پس احسان درحقیقت نیت کا احسان ہے۔''

(صفۃ الصفوۃ، جلد 2، صفحہ 137، مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

شیخ عبدالرحمن چشتی "احسان" کے بارے میں فرماتے ہیں:

''عاشقِ حقیقی آن است کہ ہر چہ کند برای خدا کند، اگر نان دہد، اگر سخن گوید، اگر خاموش بود، ہمہ برای رضای خدا باشد، واین است احسانِ کامل۔''

ترجمہ: سچا عاشق وہ ہے جو جو کچھ بھی کرے اللہ کے لیے کرے؛ چاہے روٹی دے، چاہے بات کرے، چاہے خاموش رہے، سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ یہی کامل احسان ہے۔)

(مراۃ الاسرار، شیخ عبدالرحمن چشتی، صفحہ 111، مطبع: مجلس ترقی ادب، لاہور)

اور آگے فرماتے ہیں: ترجمہ: مومن وہ ہے جس کا نفع مخلوق کو پہنچے، نہ کہ تکلیف، اور اس کے عمل میں اخلاص ایسا ہو کہ گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر نہ دیکھ رہا ہو تو جان لے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

(المرجع السابق، صفحہ 113)

فصل: {بزرگوں کے واقعات میں احسان کی تعلیم}

تصوف میں احسان کا عملی مظاہرہ بزرگانِ دین کی حیاتِ طیبہ میں کثرت سے ملتا ہے۔ ان کے اعمال، اخلاق، اور عبادات میں احسان کا اعلیٰ ترین درجہ نمایاں طور سے نظر آتا ہے۔ ذیل میں چند ایسے واقعات پیش کیے جا رہے ہیں جو احسان کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

حضرت سری سقطی اور احسان۔

" حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ساٹھ دینار میں بادام کا ایک بوجھ خریدا اور اپنے حساب میں تین دینار نفع لکھا، گویا وہ ہر دس دینار پر آدھا دینار نفع لینا چاہتے تھے۔ اس طرح بادام کی قیمت نوے دینار ہو گئی۔

ایک دلال ان کے پاس آیا اور بادام مانگا۔ سری نے کہا: لے لو۔ دلال نے پوچھا: کتنے میں؟ سری نے کہا: تریسٹھ دینار میں۔ دلال نے کہا: بادام تو نوے دینار کا ہو گیا ہے۔ سری نے جواب دیا: میں نے ایک عہد کیا ہے جسے توڑتا نہیں، میں تریسٹھ دینار سے زیادہ میں نہیں بیچوں گا۔ دلال نے کہا: اور میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ کسی مسلمان کو دھوکہ نہیں دوں گا، اس لیے میں نوے دینار سے کم میں نہیں لوں گا۔ نتیجتاً، نہ دلال نے سری سے بادام خریدا اور نہ ہی سری نے اسے بیچا۔

یہ دونوں طرف سے خالص احسان کی مثال ہے، کیونکہ دونوں حقیقت حال جانتے ہوئے بھی اپنے اصولوں پر قائم رہے۔

(احیاء علوم الدین، جلد 2، صفحہ 80، کتاب آداب الکسب والمعاش)

فائدہ:

(1) یہ واقعہ خالص احسان کی مثال ہے۔ احسان کا مطلب ہے: " ایسا عمل کرنا جو قانونی و شرعی تقاضے سے بڑھ کر ہو اور خالص رضائے الٰہی کے لیے ہو۔"

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے محض تجارتی فائدہ یا نفع پر نظر نہیں رکھی بلکہ خالص دل سے اپنے خریدار کے نفع کا بھی لحاظ رکھا۔ اسی طرح دلال نے بھی خریدار کے نفع کے بجائے بیچنے والے کے حق کا لحاظ رکھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی بھلائی اور دیانت کو مقدم رکھا۔

(2) سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی نیت یہ تھی کہ میں معمولی نفع لوں اور خریدار پر بوجھ نہ ڈالوں۔ دلال کی نیت یہ تھی کہ میں بیچنے والے کا نقصان نہ ہونے دوں۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیاء کے نزدیک تجارت بھی نیت کی صفائی اور باطنی اخلاص کی آزمائش کا میدان ہے۔

(3) دونوں شخصیات نے شریعت کی تعلیم "لا ضرر ولا ضرار" (نہ نقصان پہنچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ) پر عمل کیا۔
دلال نے کہا: " میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے کہ مسلمان کو دھوکہ نہ دوں۔"
یہ تصوف کا بنیادی اصول ہے کہ انسان، معاملات میں کامل دیانت دار ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور احسان کا عملی نمونہ۔

حضرت امام ابوحنیفہ انتہائی عبادت گزار اور خوفِ خدا رکھنے والے شخص تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے۔ ایک بار ایک شخص نے آپ کو پوری رات قیام کرتے دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے پوچھا: "اے امام! اپ رات بھر جاگتے کیسے ہیں؟

آپ نے جواب دیا:

"جب بندہ یہ جان لے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، تو اسے نیند کیسے آسکتی ہے؟"

(مناقب الامام الاعظم، علامہ موفق بن احمد، جلد: 1، صفحہ: 95، باب: فی ذکر عبادتہ وورعہ •• مطبع: مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

یہی احسان کا حقیقی مفہوم ہے کہ بندہ اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی اور اللہ کی حضوری کا احساس۔

حضرت بایزید بسطامی سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا سب سے بڑا سبق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"میں جب بھی کسی عمل کا ارادہ کرتا ہوں، تو پہلے اپنے دل سے سوال کرتا ہوں کہ اگر قیامت کے دن اللہ مجھ سے اس کا حساب لے تو میں کیا جواب دوں گا؟ اگر مطمئن ہوتا ہوں تو وہ عمل کرتا ہوں، ورنہ چھوڑ دیتا ہوں"۔

(الرسالۃ القشیریۃ باب المراقبۃ، صفحہ 72، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

یہی احسان ہے کہ بندہ ہر کام میں اللہ کی حضوری کا احساس رکھے۔

حضرت جنید بغدادی اور احسان کی وضاحت۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے کسی نے سوال کیا: احسان کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: "احسان یہ ہے کہ تم ہر لمحہ یہ سمجھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے، اور اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ یقین رکھو کہ تم اللہ کی نظروں میں ہو"۔

پھر ایک مرید سے کہا:

"اگر تم بازار میں ہو اور تمہیں علم ہو کہ بادشاہ تمہیں دیکھ رہا ہے تو کیا تم کوئی برا کام کر سکتے ہو؟" اس نے کہا: "ہرگز نہیں!"

آپ نے فرمایا: "تو جان لو کہ اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے، پھر گناہ کیسے کر سکتے ہو؟"

("الرسالۃ القشیریہ"، امام قشیری، باب التصوف، صفحہ 78)

حضرت حاتم اصم اور احسان کی عملی تفسیر۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں، تو تصور کرتا ہوں کہ کعبہ میری آنکھوں کے سامنے ہے، صراط میرے قدموں کے نیچے ہے، جنت میرے دائیں طرف ہے، جہنم میرے بائیں طرف ہے، ملک الموت میرے پیچھے کھڑا ہے، اور میں گمان کرتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔

("حلیۃ الاولیاء"، امام ابونعیم اصفہانی، جلد 10، صفحہ 108)

یہی وہ کیفیت ہے جو احسان کے مفہوم کو حقیقت میں تبدیل کرتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش اور احسان کا راز۔

حضرت داتا گنج بخش نے اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں احسان کے متعلق لکھا:

احسان یہ ہے کہ تمہارا دل ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول ہو، اور تمہارے اعمال اللہ کی رضا کے مطابق ہوں۔

پھر ایک درویش کے متعلق ذکر کیا کہ وہ ہر کام کرتے وقت یہ دعا کرتا: " اے اللہ! میں یہ کام اس یقین سے کر رہا ہوں کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ وہی مقام ہے جو حدیث جبرائیل میں احسان کی تعریف کے طور پر بیان ہوا ہے۔

("کشف المحجوب"، حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش، باب 10، صفحہ 245)

نتیجہ

بزرگانِ دین کی سیرت میں احسان کا مفہوم نہ صرف عبادات میں ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان کے روزمرہ کے اعمال، سلوک، اور اخلاق میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کے واقعات ہمیں سکھاتے ہیں کہ:

1. عبادت میں خشوع وخضوع حاصل کرنا
2. زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کی حضوری کا احساس رکھنا
3. اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا
4. ہر عمل میں اخلاص پیدا کرنا

اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُحْسِنِينَ، الَّذِينَ يَعْبُدُونَكَ كَأَنَّهُمْ يَرَوْنَكَ، فَإِنْ لَمْ نَكُنْ نَرَاكَ فَإِنَّكَ تَرَانَا۔

اللّٰهُمَّ طَهِّرْ قُلُوبَنَا مِنَ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ، وَزَيِّنْهَا بِنُورِ الْإِخْلَاصِ وَالْخُشُوعِ، وَارْزُقْنَا الْعَمَلَ لِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ، وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَةِ الْمُخْلِصِينَ الْعَارِفِينَ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب: ارکان اسلام

فصل: (ارکان اسلام اور ظاہر و باطن)

اسلام محض چند ظاہری عبادات کا نام نہیں، بلکہ ایک ایسا ہمہ گیر نظامِ حیات ہے جو ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی سنوارتا ہے۔ ارکانِ اسلام اس دین کے ستون ہیں، اور تصوف ان ستونوں کی روح ہے۔ صوفیائے کرام نے ہر رکن کو اس کی ظاہری شکل کے ساتھ ساتھ اس کے باطنی اسرار وانوار کے ساتھ سمجھا اور بیان کیا۔ ہم ارکانِ اسلام پر ایک تصوفانہ نظر ڈالیں گے جس سے یہ واضح ہوگا کہ ظاہری اعمال کے پیچھے کی روحانی حقیقت کیا ہے۔

فصل: کلمہ ظاہر و باطن

ظاہری پہلو: کلمۂ طیبہ "لا إله إلا الله محمد رسول الله" کا زبان سے ادا کرنا اسلام میں داخل ہونے کی بنیاد ہے۔ اس کا اقرار ایک مسلمان کو دیگر ادیان سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ ایمان کی پہلی شرط ہے اور تمام عبادات و معاملات کی بنیاد ہے۔

باطنی پہلو: صوفیہ کے نزدیک صرف زبان سے پڑھنا کافی نہیں، جب تک دل غیر اللہ کی نفی سے خالی اور اللہ کی محبت سے معمور نہ ہو۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ کی نظر کا اصل مقام دل ہے، اور یہی دل توحید کا خزانہ اور اس کا سرچشمہ ہے۔

(احیاء علوم الدین، جلد 1، صفحہ 74، کتاب التوحید والتوکل، باب التوکل، مطبع: دار المنہاج)

اورفرمایا: " توحید یہ ہے کہ انسان تمام اشیاء کو مسبب الاسباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے دیکھے، اور اُسباب وذرائع کی طرف بالکل توجہ نہ کرے۔

(اِحیاءعلوم الدین، جلد 1، صفحہ 34، کتاب التوحید والتوکل، باب التوحید، مطبع: دارالمنہاج)

اورحضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہماری توحید کی بنیادیں پانچ چیزیں ہیں:

(1) حدث (باطنی آلودگی) کو زائل کرنا۔

(2) قدیم (یعنی اللہ تعالیٰ) کی یکتائی کو ماننا۔

(3) دنیاوی دوستیوں کو ترک کرنا۔

(4) اپنے وطنوں سے جدائی اختیار کرنا۔

(5) اور جو کچھ جانا اور جو کچھ نہ جانا، دونوں کو بھلا دینا۔

(الرسالۃ القشیریۃ، جلد 2، صفحہ 464، مطبع: دارالمنہاج)

اورحضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب اُن سے کسی نے پوچھا: " توحید کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''میں نے اپنی ذات کو فنا کر دیا، پھر اس فنا کو بھی فنا کر دیا، پھر فنا کے فنا کو بھی فنا کر دیا، پس حق ویسا ہی باقی رہا جیسا کہ وہ ہے، میرے بغیر۔''

(تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین عطار، صفحہ 117، مطبع: ادارہ اسلامیات، لاہور)

نماز:- ظاہروباطن

ظاہری پہلو: نماز دن ورات میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ اس کی شرائط، فرائض، سنن اورآداب مقرر ہیں۔ نماز کو قبلہ رُو، وضو کے ساتھ اور وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

باطنی پہلو: تصوف میں نماز کی اصل روح "حضورِ قلب" ہے۔ صوفیہ کے نزدیک اگر دل حاضر نہ ہو تو نماز محض رسمی حرکتیں ہیں۔ دل کی توجہ، عاجزی اور اللہ کی حضوری کو محسوس کرنا نماز کی اصل جان ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" کتنے ہی قیام کرنے والے (نماز پڑھنے والے) ہیں جنہیں ان کی نماز سے صرف تھکن اور مشقت ہی حاصل ہوتی ہے"،

(اِحیاءعلوم الدین، جلد 1، صفحہ 159، کتاب اُسرار الصلاۃ ومہماتہا، مطبع: دار المنہاج)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" نماز کی اصل اور روح چھ باتوں میں جمع ہے"۔

(1) دل کی حضوری

(2) سمجھنا (معانی ومفاہیم کو سمجھنا)

(3) تعظیم (اللہ کی بزرگی کا احساس)

(4) ہیبت (اللہ کی جلالت اور عظمت سے خوف زدہ ہونا)

(5) امید (اللہ کی رحمت کی امید رکھنا)

(6) حیا (اللہ کے حضور شرم وحیا محسوس کرنا)

اور آخر میں فرماتے ہیں: "وحاصل الكلام أن حضور القلب هو روح الصلاة"

" تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ دل کی حضوری ہی نماز کی روح ہے"۔

(اِحیاءعلوم الدین، جلد 1، صفحہ 161، کتاب اُسرار الصلاۃ ومہماتہا، مطبع: دار المنہاج)

حضرت امام علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ان کا چہرہ زرد ہوجاتا تااور جسم کانپنے لگتا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: "کیا تم جانتے نہیں کہ میں کس کے حضور کھڑا ہونے جا رہا ہوں؟"

(حلیۃ الاولیاء، ابونعیم الاصفہانی، جلد 3، صفحہ 135، مطبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

روزہ:- ظاہر و باطن

ظاہری پہلو: رمضان کے مہینے میں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جنسی تعلقات سے پرہیز کرنا روزے کا ظاہر ہے۔ یہ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے۔

باطنی پہلو: تصوف میں روزہ نفس کی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا نام ہے۔ زبان، آنکھ، کان اور دل کو بھی ہر گناہ سے بچانا روزے کی روح ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روزے کی تین درجے ہیں:

(1) عام لوگوں کا روزہ، پیٹ اور شرمگاہ کو خواہشات پوری کرنے سے روکنا۔

(2) خاص لوگوں کا روزہ، کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہوں سے بچانا۔

(3) خاص الخاص کا روزہ، دل کو بری خواہشات، دنیاوی افکار اور اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز سے بالکل روک دینا۔

(إحیاء علوم الدین، جلد 1، صفحہ 234، کتاب أسرار الصوم، باب بیان فضل الصوم وأسرارہ، مطبع: دار المنہاج)

اور آگے فرماتے ہیں: "کتنے ہی روزہ دار ہیں جو درحقیقت روزہ دار نہیں (یعنی اُن کا روزہ قبول نہیں) اور کتنے ہی وہ لوگ ہیں جو کھاتے پیتے ہیں مگر حقیقت میں روزہ دار ہیں۔"

یعنی وہ شخص جو کھاتا پیتا ہے، مگر اپنے تمام اعضاء کو گناہوں سے بچائے رکھتا ہے، وہ حقیقت میں روزہ دار ہے۔ جبکہ وہ شخص جو بھوکا پیاسا تو رہتا ہے مگر اپنے اعضاء کو گناہوں میں مشغول رکھتا ہے، وہ حقیقت میں روزہ نہیں ہے۔

(المرجع السابق، صفحہ 236)

زکوٰۃ:- ظاہر و باطن

ظاہری پہلو: زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب، عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے، جو سال گزرنے پر اپنے مال کا مخصوص حصہ (5.2 فیصد) مستحقین کو دیتا ہے۔ یہ اسلامی معیشت کا اہم اصول ہے۔

باطنی پہلو: (1) تزکیہ نفس: زکوٰۃ کا حقیقی اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ زکوٰۃ دہندہ کا دل دنیا کی حرص و ہوا سے پاک ہوجائے اور تقویٰ کے کاموں کے لئے تیار رہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى. الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى۔

''اور آگ سے اس بڑے پرہیزگار شخص کو بچا لیا جائے گا۔ جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرتا ہے''۔

(اللیل:17_18)

اور حضور ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا۔

"آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرما دیں"۔

(سورۃ التوبہ:103)

فائدہ: ان آیات میں زکوٰۃ کا اصل مقصد دل کی پاکی اور نفس کے تزکیہ کو کہا جا رہا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: **حب الدنیا راس کل خطئیة.**

"دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے"۔

(مشکوۃ، کتاب الرقائق)

آپ ﷺ نے مال کو امت کے حق میں سب سے بڑا فتنہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: فتنۃ امتی المال.

"(دنیا) کا مال میری امت کا فتنہ ہے"۔

(2) رضائے الٰہی: زکوٰۃ کا دوسرا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا.

"ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواہاں ہیں، نہ شکریہ کے"۔

(الدھر:9)

فائدہ: زکوٰۃ ادا کرنے سے رب کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، لہذا کسی اور مقصد کو رضائے الٰہی پر فوقیت نہیں ہونی چاہئے۔ لینے والا اپنا حق لے رہا ہے۔ دینے والا اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ لینے والا سوائے پروردگار کے کسی کا احسان نہیں اٹھائے گا اور دینے والا سوائے رضائے مولیٰ کے کسی صلہ وستائش کا طالب نہیں ہوگا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فإن سر الزكاة تطهير القلب عن رذيلة البخل"

ترجمہ: " زکوٰۃ اصل میں دل کو بخل کی گندگی سے پاک وصاف بناتی ہے۔

(إحیاء علوم الدین، 3، صفحہ 400، کتاب أسرار الزکاۃ، مطبع دار المعرفۃ، بیروت)

حج:- ظاہر و باطن

ظاہری پہلو: حج صاحبِ استطاعت مسلمانوں پر عمر بھر میں ایک بار فرض ہے۔ اس میں احرام باندھنا، طواف، سعی، وقوفِ عرفہ، اور قربانی جیسے مناسک شامل ہیں۔

باطنی پہلو: تصوف میں حج ایک روحانی سفر ہے، جہاں بندہ دنیا کی تمام ظاہری شناختیں چھوڑ کر خالص بندگی کی حالت میں داخل ہوتا ہے۔ دل کا بیت اللہ بن جانا، اور ہر قدم پر اللہ کا قرب حاصل کرنا حج کا باطنی راز ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو مقام ہیں:

ایک مقام آپ کے جسم اقدس کا اور دوسرا مقام آپ کے قلب انور کا۔ جسم کا مقام مکہ مکرمہ اور دل کا مقام خلت ہے۔ لہذا جو شخص آپ کے جسم کے مقام کی زیارت کا ارادہ کرے اس پر لازم ہے کہ وہ تمام لذتوں اور شہوتوں سے منہ موڑے اور وہ مُحرِم ہو، یعنی ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کئے ہوئے ہو جو شریعت نے بیان کیا ہے۔

اگے فرماتے ہیں:

" جب بندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے مقام، خلت و دوستی کا ارادہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ تمام لذتوں اور رغبتوں سے منہ موڑ کر تمام راحتوں کو چھوڑ دے۔ اغیار کے ذکر سے کنارہ کش ہو جائے کیونکہ دنیا کی طرف التفات کرنا خطرناک ہے پھر معرفت کے عرفات میں ٹھہرے اور وہاں سے محبت کے مزدلفہ میں آئے وہاں سے حق سبحانہ کے حرم کے طواف کے لئے سر کو بھیجے اور حرص و خواہش اور دل کے فاسد ارادوں کو دور کرنے کے لیے سنگ ریزوں کو امن و سلامتی کے منیٰ میں پھینکے اور نفس کو مجاہدے کے مقام اور اس کی تسخیر میں قربان کرے تا کہ مقام خلت حاصل ہو۔

(کشف المحجوب، علی بن عثمان ہجویری، آٹھواں کشف، صفحہ 445)

حضرت محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: " اگر اس پتھر کی عمارت کی زیارت جس پر سال میں ایک مرتبہ نظر پڑتی ہے فرض کر دی گئی ہے تو وہ دل جس پر شبانہ روز تین سو ساٹھ مرتبہ نظر پڑتی ہے اس کی زیارت تو بدرجہ اولی کرنی چاہئے۔

(مرجع سابق، صفحہ 446)

ایک شخص حضرت جنید بغدادی کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا حج کر کے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا حج کر لیا؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تم اپنے مکان سے چلے، وطن سے کوچ کیا، اس وقت کیا تم نے گناہوں سے بھی کوچ کر لیا تھا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا پھر تم نے کوچ ہی نہ کیا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " پہلے حج میں مَیں نے خانۂ کعبہ کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور دوسری مرتبہ میں نے خانۂ کعبہ کے ساتھ اس کے مالک کو بھی دیکھا، لیکن تیسری مرتبہ صرف خانہ کعبہ کے مالک ہی کو دیکھا اور خانہ کعبہ نظر نہیں آیا۔

(المرجع السابق سابق، صفحہ 447)

نتیجہ

ارکانِ اسلام کے ظاہری پہلو احکامِ شریعت کی بنیاد اور ان کے باطنی پہلو روحانیت اور تصوف کی جان ہیں، اور ارکانِ اسلام ظاہری اعمال ہیں اور تصوف ان اعمال کی باطنی روح۔ جب ایک مسلمان ارکانِ اسلام کو صرف رسم نہ سمجھے بلکہ ان کی باطنی گہرائیوں کو بھی سمجھے، اور جب یہ دونوں چیزیں کسی بندے میں جمع ہو جائیں تو بندہ نہ صرف ایک فرماں بردار مسلمان بنتا ہے بلکہ اللہ کا ولی بھی بن سکتا ہے۔ یہی تصوف کی تعلیم ہے کہ: ظاہر کو سنوارو، باطن کو جگاؤ، اور اللہ سے جڑ جاؤ۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

" شریعت، ظاہر کا قانون ہے اور طریقت باطن کا قانون ہے، اور جب تک ظاہر شریعت کے مطابق نہ ہو، باطن کی اصلاح ممکن نہیں۔

(کیمیائے سعادت، جلد:2، باب: بابِ تصوف و طریقت، صفحہ،245)

فصل: {ارکانِ اسلام اور سلوک کے منازل}

تصوف میں سلوک کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سفر، اور اس راہ کے منازل میں ارکانِ اسلام بنیادی زادِ راہ ہیں۔ ہر رکن سالک کے ایک خاص باطنی درجہ کو ظاہر کرتا ہے۔

کلمہ طیبہ، تجرید اور توحید کی منزل ہے۔
نماز، معرفت اور قرب کی طرف پہلا قدم ہے۔
روزہ، تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہے۔
زکوٰۃ، تطہیرِ قلب کا نام ہے۔
حج، فنا فی اللہ کی تمثیل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
" شریعت، طریقت اور حقیقت تینوں ایک ہی حقیقت کے مختلف درجات ہیں، اور ان کا ظاہری اظہار، ارکانِ اسلام میں ہوتا ہے۔
(حجۃ اللہ البالغہ، جلد 1، صفحہ 92، مطبع: دارالاشاعت، کراچی)

فصل: {ارکانِ اسلام اور ذکر وفکر}

تصوف میں ذکر وفکر کو روحانیت کی اساس مانا جاتا ہے، اور ارکانِ اسلام دراصل ذکر وفکر کی عملی شکل ہیں، چنانچہ:
کلمہ، ذکرِ لسانی اور ذکرِ قلبی کی بنیاد ہے۔
نماز، ذکرِ فِعلی ہے۔
روزہ، ذکرِ نفسی ہے، کیونکہ بندہ اپنی نفسی خواہشات کو روکتا ہے۔
زکوٰۃ، ذکرِ مالی ہے، یعنی مال سے محبت کی نفی۔
اور حج، ذکرِ مکانی اور زمانی ہے، جس میں بندہ ہر شے سے کٹ کر رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

فصل: {ارکانِ اسلام اور فنا وبقا}

تصوف کا مقصود "فنا فی اللہ" اور "بقا باللہ" ہے، اور ارکانِ اسلام اس فنا و بقا کی عملی مشق ہیں۔

"**لا إله**" کے ذریعے ہر باطل کا انکار، اور "إلا الله" کے ذریعے صرف اللہ کا اثبات ہے۔

نماز میں بندہ اپنی "میں" کو مٹا کر "انتَ" کو اختیار کرتا ہے۔
روزہ میں نفس کی نفی اور روح کی غذا ہے۔
زکوٰۃ میں خودی کی نفی اور ایثار کا جذبہ ہے۔
حج میں کلّی فنائیت ہے کہ لباس، حیثیت، مقام سب مٹ جایا کرتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" فنا وبقا یہ نہیں کہ بندہ شریعت سے بے نیاز ہو جائے، بلکہ فنا یہ ہے کہ بندہ شریعت اور سنت کی اطاعت میں فانی ہو جائے اور اپنی ذات سے بے خود ہو جائے، اور بقا یہ ہے کہ وہ عبودیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں باقی رہے۔
شریعت اصل ہے اور طریقت شاخ، اور بغیر اصل کے شاخ باطل ہے۔
(مکتوباتِ امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر 48، صفحہ 114-112، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

" طریقت و حقیقت بغیر شریعت کے کچھ نہیں، کہ شریعت ہی وہ راستہ ہے جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ تک پہنچاتی ہے۔ بندہ جب تک احکامِ شریعت پر عمل نہ کرے، اسے فنا و بقا کے مقامات نصیب نہیں ہوتے۔

(مکتوباتِ امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر 266، صفحہ 512[illegible]514، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

حرفِ آخر

تصوف درحقیقت اسلام کا باطنی جمال ہے، اور ارکانِ اسلام اس جمال کا آئینہ ہیں۔ جب بندہ ارکانِ اسلام کو صرف رسم نہ سمجھے بلکہ ان کے باطنی معانی کو سمجھے، تو وہ محض ظاہری مسلمان نہیں رہتا بلکہ سچا سالکِ راہِ حق بن جاتا ہے۔ اور یہی تصوف کا اصل سبق ہے کہ شریعت بدن کو سنوارتی ہے، طریقت نفس کو، حقیقت دل کو، اور معرفت روح کو۔

اللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَى دِينِكَ مَا أَحْيَيْتَنَا، وَتَوَفَّنَا وَنَحْنُ مُسْلِمُونَ، وَاجْعَلْ خَيْرَ أَعْمَالِنَا خَوَاتِمَنَا، وَخَيْرَ أَيَّامِنَا يَوْمَ نَلْقَاكَ۔

اللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِنُطْقِ كَلِمَةِ التَّوْحِيدِ بِصِدْقٍ وَيَقِينٍ، وَأَقِمْ صَلَاتَنَا فِي أَوْقَاتِهَا بِخُشُوعٍ وَخُضُوعٍ، وَاجْعَلْ صِيَامَنَا خَالِصًا لِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ، وَتَقَبَّلْ زَكَاتَنَا بِرَحْمَتِكَ، وَارْزُقْنَا حَجًّا مَبْرُورًا وَسَعْيًا مَشْكُورًا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب: حسنِ اعمال

فصل: {حسنِ اعمال کا مفہوم اور اس کی اہمیت}

اسلام میں حسنِ اعمال یعنی نیک اعمال کو ایمان کے بعد سب سے بڑی فضیلت حاصل ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار " ایمان اور عملِ صالح " کو ساتھ ذکر فرمایا۔ صوفیاء کرام نے اعمال کے ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی خوبصورتی کو بھی لازم قرار دیا۔ ان کے نزدیک عمل تب ہی " حسن " کہلاتا ہے جب وہ اخلاص، اتباعِ سنت، خشوع و خضوع، استمرار (ثابت قدمی) اور تکبر سے پاکی کے ساتھ ہو۔

اسی لیے ہم اس باب میں اعمال کی روح، یعنی:

اخلاص

اتباعِ سنت

خشوع و خضوع

استمرار (ثابت قدمی)

اور تکبر سے پاکی

سے متعلق کچھ گفتگو کریں گے۔

فنقول و باللہ التوفیق:

{فصل:اخلاص کا بیان}

اخلاص کی تعریف: "اخلاص" عربی لفظ "خَلُص" سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے" پاک کرنا، صاف کرنا، خالص کرنا"۔
شریعت کی اصطلاح میں اخلاص یہ ہے کہ بندہ ہر عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے، اس میں کسی اور غرض، دکھاوا یا دنیاوی فائدے کی آمیزش نہ ہو۔

{اخلاص کی اہمیت}

قرآن پاک میں رب العالمین کا ارشاد ہے۔
إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ * أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ
(ترجمہ: بے شک ہم نے تمہاری طرف کتاب حق کے ساتھ نازل کی، پس تم اللہ کی عبادت کرو اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! اللہ کے لیے دین خالص ہے۔)

(سورۃ الزمر،2_3)

اور فرمایا: وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ
ترجمہ: اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہ دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے، یکسو ہوکر، اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں، اور یہی ہے سیدھا دین۔

(سورۃ البینہ،5)

احادیثِ مبارکہ :

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
"إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرءٍ ما نوى"
"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔
(صحیح بخاری، حدیث 1، کتاب بدء الوحی، جلد 1، صفحہ، مطبوعہ دار ابن کثیر)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔
"عمل کے تھوڑے ہونے کی فکر نہ کرو، بلکہ اس کی قبولیت کی فکر کرو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنے عمل کو خالص (اللہ کے لیے) کرو، تو تھوڑا عمل بھی تمہارے لیے کافی ہوگا۔
(إحیاء علوم الدین باب فضیلۃ الاخلاص، جلد:4، صفحہ:376، المکتبۃ العملیۃ ، بیروت)

اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"الْمُخْلِصُونَ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عِنْدَ الرَّحْمَنِ"
"اخلاص والے لوگ رحمن کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے۔"
(مسند احمد، حدیث 16780، جلد 4، صفحہ 126، مطبع دار الحدیث قاہرہ)
اور فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

ترجمہ: جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔
(صحیح مسلم، کتاب الصوم، حدیث نمبر 760 حدیث)

اور فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا"
ترجمہ: اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لیے کیا گیا ہو۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، حدیث نمبر 4227)

اور فرمایا: مَنْ صَلَّى يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمَنْ صَامَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ۔
ترجمہ: جس نے لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا۔ جس نے لوگوں کو دکھانے کے لیے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا۔ اور جس نے لوگوں کو دکھانے کے لیے صدقہ کیا، اس نے شرک کیا۔
(مسند احمد، حدیث نمبر 17183)

اقوالِ صوفیہ:
حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ:
" جو بندہ چالیس دن تک اخلاص کے ساتھ عبادت و عمل کرتا ہے، تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔"
(حلیۃ الأولیاء، أبو نعیم الأصبہانی، ج5، ص191، دار السعادۃ، بیروت)

حضرت ابو عبد الرحمن محمد السلمی نے فرمایا:
" جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے اعمال درست ہوں، اسے چاہیے کہ وہ اپنے دل سے اخلاص کو درست کرے، کیونکہ اعمال کے ظاہری طور پر درست ہونے کا دارومدار باطن میں اخلاص کی صحت پر ہے۔
(طبقات الصوفیۃ للسلمی، الطبقۃ الرابعۃ، صفحہ 276، مطبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت حذیفہ مرعشی نے کہا:
اخلاص یہ ہے کہ بندے کے ظاہری اور باطنی اعمال یکساں ہوں۔
(الرسالۃ القشیریۃ، باب: باب ال اِخلاص، جلد 2، صفحہ 361، "دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:
جو شخص لوگوں کے سامنے اس چیز سے خود کو سجائے جو اس میں نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گر جاتا ہے۔

(المرجع السابق)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:
لوگوں کی وجہ سے عمل ترک کرنا ریا ہے، اور لوگوں کے لیے عمل کرنا شرک ہے، اور اخلاص یہ ہے کہ تم ان دونوں سے محفوظ رہو۔

(المرجع السابق)

سہل بن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ نفس پر سب سے سخت چیز کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اخلاص، کیونکہ نفس کو اس میں کوئی حصہ نہیں ملتا۔ اور بعض صوفیہ سے اخلاص کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اخلاص یہ ہے کہ تم اپنے عمل کا گواہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ سمجھو۔

(المرجع السابق)

واقعات

حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کوئی عمل اللہ کے لیے کرتا ہے، پھر لوگ اس عمل کو دیکھ لیتے ہیں اور اسے یہ بات اچھی لگتی ہے (یعنی وہ خوش ہوجاتا ہے)، تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس میں کوئی حرج نہیں، یہ تو خوشی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ڈال دی ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ آدمی اپنے عمل کے ذریعہ صرف اللہ ہی کو چاہے، چاہے لوگ اسے نہ دیکھیں"۔

(قوت القلوب، ابو طالب مکی، جلد 2، صفحہ 98، باب الإخلاص، مطبع دار الکتب العلمیۃ)

ایک عابد کا واقعہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کا واقعہ ذکر کیا کہ ایک شخص نے کہا: "میں نے تیس سال تک مسجد میں پہلی صف میں نماز ادا کی۔ ایک دن کسی عذر کی وجہ سے میں پیچھے ہٹ کر دوسری صف میں نماز پڑھنے لگا، تو مجھے لوگوں کے سامنے

شرمندگی محسوس ہوئی کہ انہوں نے مجھے دوسری صف میں دیکھا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ پہلی صف میں لوگوں کی نگاہوں کا میری طرف ہونا دراصل میری خوشی اور دل کے سکون کا باعث تھا، حالانکہ مجھے اس کا شعور نہ تھا۔"

(إحیاء علوم الدین، باب ال إخلاص، جلد 4، صفحہ 380، مطبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی اعمال ہیں جن میں انسان محنت کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہیں، لیکن وہ ان میں دھوکے میں ہوتا ہے کیونکہ وہ ان اعمال میں چھپی ہوئی خرابی کو نہیں دیکھ پاتا۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا واقعہ:

ایک رات اپنے گھر میں چراغ جلائے عبادت کر رہی تھیں۔ اچانک ہوا سے چراغ بجھ گیا۔ انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ چراغ روشن کر دے۔ اسی لمحے چراغ خود بخود جل اٹھا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ معجزہ کیسے ہوا، تو انہوں نے فرمایا: "میں نے اللہ سے صرف اس لیے مانگا کہ میری عبادت جاری رہے، نہ کہ کسی کو دکھانے کے لیے۔ میرا دل جانتا ہے کہ میرا رب میری نیت کو دیکھتا ہے۔"

(حلیۃ الأ ولیاء، ابونعیم اصفہانی، جلد 9، صفحہ 314)

حضرت امام احمد بن حنبل کا واقعہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ ایک شخص نے دعوت دی۔ جب وہ اس کے گھر پہنچے، تو میزبان نے بہت عزت و تکریم کی اور لوگوں کو بتایا کہ امام احمد ان کے مہمان ہیں۔

امام احمد نے فوراً دعوت چھوڑ دی اور واپس چلے گئے۔ جب پوچھا گیا کہ آپ نے کیوں انکار کیا، تو انہوں نے فرمایا: "میں نے دیکھا کہ اس کی نیت میری عزت دکھانے کی ہے، نہ کہ اللہ کے لیے مہمان نوازی کی۔ اخلاص کے بغیر نہ میں کھانا کھاتا ہوں اور نہ کسی کی صحبت قبول کرتا ہوں۔"

(سیر أعلام النبلاء، امام ذہبی، جلد 11، صفحہ: 181، دار الحدیث، قاہرہ)

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عمل بی نیت و اخلاص، ہمچو نقشِ بی جان است
زِ ظاہر خیرہ گردد چشم، باطنش شیطان است

یعنی عمل جو نیت اور اخلاص کے بغیر ہو، وہ بے جان تصویر کی مانند ہے۔ ظاہری طور پر خوبصورت لگے، مگر باطن میں وہ شیطانی ہوسکتا ہے۔

(مثنوی معنوی، دفتر دوم، بیت 1480 ـ 1481، مطبع دار صادر، بیروت)

خلاصہ:

اخلاص اعمال کی جان ہے۔
اخلاص کے بغیر عمل ظاہراً اچھا ہو کر بھی رب کے ہاں مردود ہوسکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: {اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم}

تعریف: اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہری اور باطنی اعمال، اخلاق، عبادات، معاملات اور افکار میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے۔
اسلام نے اتباعِ نبوی کو روحانی ترقی، مقبولیتِ عمل، اور حسنِ انجام کا سب سے پختہ وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔

{اتباعِ نبوی کی اہمیت}

قرآنی تعلیمات

قرآن کریم میں اتباع نبوی کی اہمیت کے بارے میں ارشاد ہوا:

"قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ"

ترجمہ: (اے محبوب!) تم فرما دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

(سورۃ آل عمران، آیت 31)

احادیثِ مبارکہ

 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"من رغب عن سنتی فلیس منی"

"جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔"

(صحیح بخاری، حدیث 5063، کتاب النکاح، جلد 7، صفحہ 2)

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى. قيل: ومن يأبى؟ قال: من أطاعني دخل الجنة، ومن عصاني فقد أبى"

ترجمہ: "میری امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے ان کے جو انکار کریں۔ صحابہ نے پوچھا: انکار کون کرتا ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے نافرمانی کی، وہی انکار کرنے والا ہے۔"

(صحیح بخاری، حدیث 7280، کتاب الاعتصام، جلد 9، صفحہ 114)

اقوالِ صوفیہ:

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: قول بلا عمل کے درست نہیں اور قول و عمل، صحیح نیت کے بغیر قبول نہیں، اور قول و عمل اور نیت کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہو۔

(کنز العمال، جلد:3، حدیث نمبر:5931)

حضرت احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جس نے کوئی عمل کیا اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع نہ کی، اس کا عمل باطل ہے۔"

(الرسالہ القشیریہ، صفحہ: جلد 1، صفحہ 68 مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام ابونعیم اصفہانی نے فرمایا:

فعليك بلزوم السنة فإنها لك بإذن الله عصمة۔

"تم پر لازم ہے کہ سنت کی پابندی کرو، کیونکہ یہ تمہارے لیے اللہ کے اذن سے حفاظت (اور نجات) ہے۔"

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ابونعیم اصفہانی، جلد 5، صفحہ 338)

حضرت سہل (بن عبد اللہ) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"زہد کی شرط سنت اور اتباعِ رسول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
'کہو، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو' (آل عمران: 31)۔ پس سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔"

(قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب، ابوطالب مکی، جلد 1، صفحہ 441)

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اتباعِ سنت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"أساس الخير متابعة النبي صلى الله عليه وسلم في قوله وفعله"

یعنی سب خوبیوں کی جڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے، آپ کے قول میں بھی اور آپ کے فعل میں بھی۔

(الفتح الربانی، صفحہ 448، مجلس:59)

حضرت سہل بن عبد اللہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور اس نے تم پر اپنی نعمت پوری کی، جو ظاہری ہے اور باطنی" کے بارے میں کہا کہ:

ظاہری نعمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے، اور باطنی نعمت ان سے محبت ہے۔ اور محبت کی علامت یہ ہے کہ محبوب کے اوامر و نواہی کی پیروی کی جائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ محبت کامل نہیں ہے۔

(نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، عبد الرحمن بن عبد السلام الصفوری، جلد 1، صفحہ 52)

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"الطرق كلها مسدودة على الخلق إلا من اقتفى أثر الرسول صلى الله عليه وآله وسلم"

ترجمہ: تمام راستے بند ہیں، سوائے اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، ص 58، مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فائدہ: یہ تمام اقوال اتباعِ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت پر زور دیتے ہیں، اور واضح کرتے ہیں کہ کوئی بھی عمل، چاہے وہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو، اگر وہ سنتِ نبوی کے مطابق نہ ہو تو وہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

ہر کہ او بے مصطفی برخواست، رفت
در ضلالت، گرچہ بس دانا نشست

جو مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ ہوا، وہ گمراہ ہوا، چاہے وہ کتنا ہی عقلمند کیوں نہ ہو۔

(مثنوی معنوی، دفتر اول، بیت نمبر 212 مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

خلاصہ:

اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنِ عمل کی اصل علامت ہے۔

تصوف میں "محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کو صرف دعویٰ نہیں، عملی پیروی مانا جاتا ہے۔

سنت کے بغیر نہ عبادت مقبول ہے، نہ سلوک کامل۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل: {خشوع وخضوع}

تعریف: "خشوع" دل کی وہ کیفیت ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے جھک جائے، عاجزی محسوس کرے، اور دل نرم ہو جائے۔

اور "خضوع" جسمانی اعضا کا جھکاؤ ہے، یعنی ظاہری عاجزی کو خضوع کہتے ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الخشوع يكون في القلب، والخضوع يكون في البدن."

ترجمہ: خشوع دل میں ہوتا ہے، اور خضوع جسم میں ظاہر ہوتا ہے۔

(الجامع لأحکام القرآن، تفسیر سورۃ المؤمنون: آیت 2، مطبع دار الکتب المصریۃ)

{خشوع وخضوع کی اہمیت}

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ، الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ"

ترجمہ: وہ مومن بندے کامیاب ہوئے جو اپنی نماز خشوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

(سورۃ المؤمنون، آیات 1-2)

احادیثِ مبارکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔
(صحیح مسلم، حدیث:2564، کتاب البر والصلۃ والآداب)

اور فرمایا: "أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك"
ترجمہ: اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔
(صحیح مسلم، حدیث 8، کتاب ال ایمان، جلد 1، صفحہ 37)

اور دل کا خشوع ہی اصل عبادت ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ہے:
"صَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ، كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ".
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایسے نماز پڑھو جیسے تم الوداع کہہ رہے ہو، گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تو یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔"
(سنن ابن ماجہ، کتاب اِقامۃ الصلاۃ، باب ما جاء فی الصلاۃ کأنہا الوداع، جلد 1، صفحہ 342)

اور فرمایا: "إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلْيُصَلِّ بِخُشُوعٍ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَائِمٌ مَعَهُ"
ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو تو خشوع کے ساتھ نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔
(شعب الإیمان للبیہقی: جلد:3، حدیث:1370، باب فی الخشوع فی الصلاۃ)

جس کی نماز و روزہ میں خشوع نہیں، اس کا حصہ صرف تھکاوٹ ہے، جیسا کہ روایت میں ہے:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: "رُبَّ صَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوعُ وَالْعَطَشُ، وَرُبَّ قَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ قِيَامِهِ السَّهَرُ".
ترجمہ: "کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں، اور کتنے ہی نمازی ایسے ہیں جن کو قیام سے فقط جاگنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔"
(سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ما جاء فی فضل الصوم، جلد 1، صفحہ 539)

اقوالِ صوفیہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:
" قال اللہ تعالی وأقم الصلاۃ لذکری" (اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو)۔ اور فرمایا: لاتقربوا الصلاۃ وأنتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون (نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو یہاں تک کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔)
کہا گیا کہ "سُکَارَی" (نشے میں) سے مراد وہ لوگ ہیں جو زیادہ پریشانیوں (دنیاوی فکر) یا دنیا کی محبت کے نشے میں مبتلا ہوں۔
اور وھب بن منبہ کا قول ہے:
اس آیت کا ظاہری معنیٰ شراب کے نشے سے متعلق ہے، لیکن اس میں دنیا کے نشے کی طرف بھی اشارہ ہے، کیونکہ آیت میں وجہ بیان کی گئی کہ" یہاں تک کہ تم جان لو

کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" کتنے ہی نمازی ہیں جو شراب نہیں پیتے، مگر وہ اپنی نماز میں اس قدر غافل ہوتے ہیں کہ نہیں جانتے کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔
(احیاء علوم الدین، باب: فضیلۃ الخشوع، جلد 1، صفحہ 150، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سعید تنوخی رحمۃ اللہ علیہ جب نماز پڑھتے تھے تو ان کے آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ ان کی داڑھی تک جاری رہتا تھا۔
(المرجع السابق)

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ خشوع یہ ہے کہ دل اللہ سبحانہ کے سامنے اس کی عظمت کے احساس کے ساتھ کھڑا ہو، اور اس کے تمام معاملات اسی کے حوالے کر دے۔
(الرسالۃ القشیریۃ باب: باب الصمت،، جلد: 1 صفحہ: 275، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت حسن بصری نے کہا: خشوع وہ دائمی خوف ہے جو دل میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔
اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے خشوع کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا: " دلوں کا علام الغیوب کے سامنے عاجزی کرنا ہے۔
(الرسالۃ القشیریۃ باب: باب الصمت،، جلد: 1 صفحہ: 276، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

واقعات:

خشوع کا مقام قلب ہے:

ایک شخص ظاہری طور پر سکڑا ہوا، شکستہ انداز میں تھا اور اپنے کندھوں کو سکیڑے ہوئے تھا، تو کسی نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سے کہا: اے فلاں! خشوع یہاں ہے، نہ کہ یہاں (کندھوں کی طرف اشارہ کیا)۔
(الرسالۃ القشیریۃ باب: باب الصمت،، جلد: 1 صفحہ: 277، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت خلف بن ایوب کا واقعہ:

حضرت خلف بن ایوب سے پوچھا گیا: کیا آپ کو نماز کے دوران مکھیاں تنگ نہیں کرتیں کہ آپ انہیں بھگائیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں!
پوچھا گیا: تو اس پر صبر کیسے کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے معلوم ہوا کہ فاسق لوگ سلطان کے کوڑوں کے نیچے صبر کرتے ہیں تا کہ کہا جائے کہ فلاں شخص بڑا صابر ہے، اور وہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ تو کیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو کر ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کروں؟
(احیاء علوم الدین، باب: فضیلۃ الخشوع، جلد 1، صفحہ 151، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت مسلم بن یسار کا واقعہ:

مسلم بن یسار کے بارے میں روایت ہے کہ جب وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے، تو اپنے گھر والوں سے کہتے: تم لوگ آپس میں باتیں کرتے رہو، کیونکہ میں تمہاری

آوازنہیں سنتا (یعنی وہ نماز میں اس قدر مشغول ہوتے کہ انہیں کوئی آواز سنائی نہ دیتی)۔

(احیاء علوم الدین، باب: فضیلۃ الخشوع، جلد1 صفحہ 151، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بندگی کن، بندگی کن، تا کہ سلطان ت کنند
تن بہ پیش حکم نہ، تا جان ت جانان ت کنند

ترجمہ: بندگی اختیار کر، بندگی اختیار کر، تا کہ تجھے بادشاہ بنا دیا جائے۔
اپنے جسم کو اللہ کے حکم کے سامنے جھکا دے، تا کہ تیرا دل تیرے محبوب (اللہ) کا محبوب بن جائے۔

(مثنوی معنوی، دفتر اول، بیت 1390)

خلاصہ:

خشوع و خضوع دل اور جسم کی جھکی ہوئی حالت کا نام ہے۔
یہ مقام تصوف میں "حقیقی عبادت" کی پہلی شرط ہے۔
خشوع کے بغیر عمل بے فائدہ ہے۔
یہ کیفیت بندے کو گناہ سے بچاتی ہے اور دعا کو مقبول بناتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: {استمرار (ثابت قدمی}

تعریف: "استمرار" یعنی نیک عمل میں پائیداری، عبادت میں تسلسل، اور طاعت میں ثابت قدمی۔
تصوف میں اس کو "سلوک الی اللہ" کا بنیادی اصول سمجھا جاتا ہے، کیونکہ بغیر استقامت کے کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتا۔

{استمرار کی اہمیت}

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ..."

ترجمہ: بیشک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں...

(سورۃ فصلت:30)

اور فرمایا: فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ الایہ۔ آپ پوری طرح ثابت قدمی سے جمے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

(سورۃ ھود:112)

احادیثِ مبارکہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **"اِسۡتَقِیۡمُوا تُفۡلِحُوا"**

''استقامت اختیار کرو، فلاح پاجاؤ گے۔''

(مسند احمد، حدیث نمبر 18630، جلد 4، صفحہ 262)

اور فرمایا: "أحبُّ الأعمالِ إلى اللهِ أدومُها وإن قلَّ"

اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو مسلسل کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

(صحیح بخاری، حدیث 6464، کتاب الرقاق، جلد 8، صفحہ 121)

اور فرمایا: "قل آمنتُ بالله، ثم استقم"

"کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر قائم رہو۔"

(صحیح مسلم، حدیث 38، کتاب ال اِیمان، جلد 1، صفحہ 66)

اقوالِ صوفیہ:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بہترین امور وہ ہیں جو مستقل ہوں، خواہ وہ کم ہی ہوں۔ ہر وہ عمل جس کے زیادہ پر استقامت ممکن نہ ہو، اس کا تھوڑا لیکن مستقل کرنا، زیادہ لیکن وقفوں کے ساتھ کرنے سے بہتر اور دل پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

(اِحیاء علوم الدین، باب فضیلۃ الأوراد، جلد: 1، صفحہ: 333، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''استقامت ہزاروں کرامات سے بہتر ہے اور یہ صحیح عقیدے پر ثابت قدمی اور علم نافع و عمل صالح پر مداومت و ہمیشگی کا نام ہے۔''

(مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 336، دار الفکر، بیروت)

سید الطائفہ، امام جنید بغدادی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

''استقامت کا ایک ذرہ، ہزار کرامتوں سے بہتر ہے۔''

(الفتاوی الحدیثیۃ للہیتمی، صفحہ 207)

اَبوعلی الجوزجانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"صاحبِ استقامت بنو، نہ کہ طالبِ کرامت، تمہارا پروردگار تم سے استقامت کا مطالبہ کرتا ہے جبکہ تمہارا نفس کرامت کے حصول میں لگا ہوا ہے۔''

(الرسالۃ القشیریۃ، باب الرضا، جلد 2، صفحہ 357، دار الفکر، بیروت)

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

"استقامت، اقوال میں غیبت ترک کرنے سے، افعال میں بدعت کی نفی کرنے سے، اعمال میں سستی کو دور کرنے سے، اور احوال میں حجاب (پردے) کو دور کرنے سے ہوتی ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب الرضا، جلد 2، صفحہ 357، دار الفکر، بیروت)

واقعات:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

میں نے بیابان میں ایک درخت کے نیچے ایک جوان مرید کو دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہاں کیوں بیٹھے ہو؟

اس نے کہا: ایک حالت تھی جو مجھے حاصل تھی، لیکن وہ کھو گئی۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا اور چلا گیا۔ پھر جب میں حج سے واپس آیا تو دیکھا کہ وہ جوان اس درخت کے قریب ایک اور جگہ منتقل

ہو چکا تھا۔ میں نے پوچھا: یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اس نے کہا: اس جگہ میں نے وہ چیز پائی جس کی تلاش تھی، تو میں اس کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب الرضا، جلد 2، صفحہ 358، دار الفکر، بیروت)

فائدہ: مرید کا اپنی حالت کے کھو جانے کے باوجود تلاش جاری رکھنا اور پھر اسے پانے کے بعد اس کے ساتھ وابستہ رہنا، صبر اور استقامت کے گہرے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ استقامت ایک ایسا عمل ہے جو صبر، لگن، اور تسلسل کا تقاضا کرتا ہے، اگر چہ حالات تبدیل ہوں یا مقصود مل جائے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

کارِ مرداں است استقامت در طلب
ہر کہ جان داد، او بہ جاناں شد طلب

ترجمہ: طلب میں استقامت رکھنا مردانِ حق کا کام ہے۔
جو اپنی جان دے دے، وہی محبوبِ حقیقی (اللہ) کا طالب بن پاتا ہے۔
(مثنوی معنوی، دفترِ سوم، بیت نمبر: 1803 مطبع: دار اِحیاء التراث العربی، بیروت)

خلاصہ:

استمرار یعنی استقامت ہی وہ زینہ ہے جو بندے کو کمال تک لے جاتا ہے۔
نیک عمل اگر مستقل نہ ہو، تو جلد کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے۔
تصوف میں استقامت، عشق کا امتحان اور بندگی کا کمال ہے۔
جو بندہ عمل میں جم گیا، وہ مقامِ قرب پا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: {تکبر سے پاکی}

تعریف: "تکبُّر" یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنا، اپنے عمل یا حیثیت پر غرور کرنا۔

تصوف میں تکبر کو روحانی بیماریوں کی جڑ اور راہِ سلوک کا سب سے بڑا پردہ قرار دیا گیا ہے۔

اس کے برعکس تواضع (عاجزی) کو ولایت کا دروازہ کہا گیا ہے۔ جب تک انسان اپنے نفس، غرور، خودی کو نہیں توڑتا، تب تک اس پر قربِ الٰہی کے دروازے نہیں کھلتے۔ اور اس مقام کو فنائے نفس بھی کہا جاتا ہے، جس کے بعد بقا باللہ کی راہ روشن ہوتی ہے۔

{تکبُّر کی مذمت اور تذلُّل کی مدح}

قرآن پاک میں ارشاد ہے: "إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ"

ترجمہ: بیشک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

(سورۃ النحل، آیت 23)

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

"وَقِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ"

ترجمہ: اور کہا جائے گا دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ کے لیے۔ کیا ہی بُرا ہے متکبرین کا ٹھکانہ۔

(سورۃ الزمر، آیت 72)

احادیثِ مبارکہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبر کی مذمت میں ارشاد فرمایا:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ"

"وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو۔

(صحیح مسلم، حدیث 91، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 86)

اور عاجزی کی مدح میں ارشاد فرمایا: "التواضعُ لا یزیدُ العبدَ إلّا رفعةً"

"تواضع (عاجزی) بندے کو سوائے بلندی کے کچھ نہیں دیتی۔"

(مسند احمد، حدیث 23045، جلد 6، صفحہ 53)

اور فرمایا: "ہر عالم کے ساتھ نہ بیٹھو، صرف اس کے ساتھ بیٹھو جو تمہیں شک سے یقین، دشمنی سے خیرخواہی، تکبر سے عاجزی، ریا سے خلوص، اور دنیا کی خواہش سے اللہ کے خوف کی طرف بلائے۔"

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، جلد 8، صفحہ 72، مطبع: دار السعادۃ، القاہرۃ)

اور فرمایا: "سب سے زیادہ محبوب اور قیامت میں ہمارے قریب وہ ہیں جو اچھے اخلاق والے ہیں۔ اور سب سے ناپسندیدہ زیادہ بولنے والے اور متکبر ہیں۔

(حیاء علوم الدین، جلد 3، صفحہ 338، باب: ذم الکبر والعجب، مطبع: دار المعرفۃ، بیروت)

اقوالِ صوفیہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"دل کی بیماریوں کا علاج ان کے مخالف سے ہوتا ہے: جہالت کا علاج علم، بخل کا علاج سخاوت، اور تکبر کا علاج عاجزی سے۔"

(إحیاء علوم الدین، جلد 3، صفحہ 61، باب: بیان آفات النفس وعلاجہا، مطبع: دار المعرفۃ، بیروت)

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تکبر اور خود پسندی خطرناک بیماریاں ہیں۔ متکبر اور خود پسند اللہ کو ناپسند ہیں۔"

(إحیاء علوم الدین، جلد 3، صفحہ 336، باب: ذم الکبر والعجب، مطبع: دار المعرفۃ، بیروت)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ابن آدم عجیب ہے، روزانہ نجاست دھوتا ہے، پھر بھی (تکبر کرکے) اللہ سے مقابلہ کرتا ہے۔"

(المرجع السابق، صفحہ 338)

حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"تکبر وہ گناہ ہے جس کے ساتھ نیکی کام نہیں دیتی۔"

اور حضرت نعمان بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

" شیطان کے جالوں میں اللہ کی نعمتوں پر ناشکری، دیے پر فخر، دوسروں پر تکبر، اور خواہشات کی پیروی شامل ہیں۔"

(المرجع السابق، صفحہ 339)

حضرت یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" تھوڑا تقویٰ بہت عمل سے بہتر، اور تھوڑی عاجزی بہت محنت سے بہتر۔"

(المرجع السابق، صفحہ 342)

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" عاجزی یہ ہے کہ حق کو مانو، خواہ بچے یا جاہل سے سنو۔"

حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" عاجزی یہ ہے کہ اپنے سے نچلے سے عاجزی کرو"

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" مال، خوبصورتی، لباس یا علم میں عاجزی نہ کی تو قیامت میں نقصان ہوگا۔"

(المرجع السابق)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" عاجزی یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے سے بہتر سمجھو۔"

(المرجع السابق)

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" طاعت کے تین اصول ہیں: خوف، امید، اور اللہ کی رضا۔ اور گناہ کے تین اصول ہیں: تکبر، لالچ، اور حسد۔"

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، جلد 8، صفحہ 78، مطبع: دار السعادۃ، القاہرۃ)

حمدون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" جو اپنے آپ کو فرعون سے بہتر سمجھے، وہ متکبر ہے۔"

(الرسالۃ القشیریۃ، جلد 1، صفحہ 76، باب: فی الکبر والتواضع، مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

واقعات:

سلطان الاولیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی:

ایک روز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد کی گلیوں سے گزر رہے تھے۔ ایک غریب شخص نے انہیں دیکھا اور کہا: " اے شیخ! آپ اللہ کے عظیم ولی ہیں، آپ جیسا کوئی نہیں!"

شیخ نے اس کی طرف دیکھا، مسکرائے، اور فرمایا: " اے بھائی! مجھے بڑا نہ کہو۔ میں تو اللہ کا ایک حقیر بندہ ہوں۔ اگر اللہ کی رحمت اور اس کا فضل نہ ہو، تو عبدالقادر خاک میں مل جاتا۔ تم دعا کرو کہ اللہ مجھے اپنی مغفرت میں رکھے۔"

(غنیۃ الطالبین، جلد 1، صفحہ 78، باب: فی فضائل التواضع وذم الکبر، مطبع: دار الکتب العلمیۃ)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا:

خاک شو تا گل بروياند خُدا
چونک در خود نیستی، در او فنا

یعنی خاک بن جا، تا کہ خدا تجھ سے پھول اُگا دے؛ خودی کو مٹا دے تا کہ فنا میں بقا نصیب ہو۔

(مثنوی معنوی، دفتر دوم، بیت نمبر 2537، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

خلاصہ:

تکبر بندے اور خدا کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔
روحانیت کا پہلا سبق ہی "میں" کو ختم کرنا ہے۔
عاجزی وہ روشنی ہے جو بندے کو اللہ کے قریب کرتی ہے۔
اولیاء کا مقام اُن کی عبادت سے نہیں، ان کی تواضع سے بلند ہوا۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ أَعْمَالَنَا صَالِحَةً، وَلِوَجْهِكَ خَالِصَةً، وَلَا تَجْعَلْ فِيهَا لِأَحَدٍ سِوَاكَ نَصِيبًا۔
اللّٰهُمَّ زَيِّنْ بَوَاطِنَنَا كَمَا زَيَّنْتَ ظَوَاهِرَنَا، وَاجْعَلْ أَحْوَالَنَا وَأَقْوَالَنَا وَأَفْعَالَنَا مَرْضِيَّةً عِنْدَكَ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب: اسلامی آدابِ زندگی

فصل: {آدابِ نیت و اخلاص}

اسلام کی بنیاد نیت پر ہے۔ کوئی بھی عمل اس وقت تک بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول نہیں جب تک وہ خالص اللہ کی رضا کے لیے نہ ہو۔

نیت دل کا عمل ہے، مگر اس کی تاثیر پورے عمل پر ہوتی ہے۔ اسی لیے تصوف و شریعت دونوں میں نیت کو اولین درجہ حاصل ہے۔

{نیت اور اخلاص کی اہمیت}

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

ترجمہ: اور ان کو حکم تو یہی دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں، خالص اسی کے لیے دین کو رکھ کر۔

(سورۃ البینہ، آیت 5)

اور دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ.

ترجمہ: کہہ دیجیے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں خالص اسی کے لیے دین رکھتے ہوئے۔

(سورۃ الزمر، آیت 11)

فائدہ: ان آیات سے معلوم ہوا کہ تمام شریعتوں اور آسمانی کتابوں میں اصل مقصد اور بنیادی حکم یہی رہا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور دین یعنی اطاعت و بندگی کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے رکھیں۔ ریاکاری، دکھاوا، شہرت یا غیر اللہ کے لیے عبادت کرنا، مقصدِ دین کے خلاف ہے۔
نیز یہ بھی واضح کیا گیا کہ اسلام کا پیغام کوئی نیا نہیں، بلکہ پچھلی امتوں کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا، مگر انہوں نے اس میں بگاڑ پیدا کیا۔

صوفیانہ مفہوم: صوفیاءِ کرام کے نزدیک "مخلصين له الدين" کا مطلب ہے کہ بندہ اپنی عبادت، اطاعت، ذکر و فکر، حتیٰ کہ اپنے دل کا ہر رجوع صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کرے۔ یہی اخلاص ہے جو تصوف کی بنیاد ہے۔

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الإخلاص تصفية العمل من كل شوب"
یعنی: "اخلاص، عمل کو ہر غیر کے شائبے سے پاک کرنا ہے۔"
(الرسالۃ القشیریۃ، باب الإخلاص، صفحہ: 243، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

احادیثِ مبارکہ
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرء ما نوى"

"اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی"۔
(صحیح بخاری، حدیث 1، کتاب بدء الوحی، جلد 1، صفحہ 3)

اور دوسرے مقام پر فرمایا:
"الله لا يقبل من العمل إلا ما كان له خالصًا، وابتغي به وجهه"
اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اسی کے لیے کیا جائے، اور جس میں اس کی رضا مقصود ہو۔
(سنن نسائی، حدیث 3140، کتاب الجہاد، جلد 4، صفحہ 40)

اقوالِ صوفیہ:

قطب الاقطاب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"جو عمل بندوں کو دکھانے کے لیے کرے، وہ تباہ ہوا، اور جو اللہ کے لیے کرے، وہ کامیاب ہوا۔"
(غنیۃ الطالبین، جلد 1، صفحہ 92، دار الکتب العلمیۃ، 1997ء)

اور فرماتے ہیں: "اپنے عمل کو اللہ کے لیے خالص کر۔ جو بندوں کے لیے عمل کرتا ہے، وہ ریاکار ہے، اور جو اللہ کے لیے عمل کرتا ہے، وہ مخلص ہے۔ ریا تمہیں ہلاک کرتی ہے، اور اخلاص تمہیں بلند کرتا ہے۔"
(الفتح الربانی، وعظ نمبر 17، جلد 1، صفحہ 98-99، باب: في الإخلاص وذم الرياء، مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

واقعات:

حکایت: اے مالک! تجھے اب توبہ کرنی چاہیئے۔

سیدنا مالک بن دینار عَلَیۡہِ الرحمہ دمشق میں رہتے تھے اور ایک مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے دل میں خیال آیا کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مجھے اس مسجد کا متولی بنا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اعتکاف میں اضافہ کر دیا اور اتنی کثرت سے نمازیں پڑھنے لگے کہ ہر شخص آپ کو ہمہ وقت نماز میں ہی مشغول دیکھتا۔ لیکن کسی نے آپ کی طرف خاص توجہ نہ کی، پورا ایک سال اس طرح گزر گیا۔ ایک مرتبہ آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو غیب سے ندا آئی: "اے مالک! تجھے اب توبہ کرنی چاہیے۔" یہ سن کر آپ کو ایک سال تک اپنی عبادت پر شدید رنج و شرمندگی ہوئی اور اس دوران آپ اپنے قلب کو ریا سے خالی کر کے خلوص نیت کے ساتھ ساری رات عبادت میں مشغول رہے۔ پھر صبح کے وقت مسجد کے دروازے پر لوگوں کا ایک بہت بڑا مجمع موجود تھا اور لوگ آپس میں کہہ رہے تھے کہ مسجد کا انتظام ٹھیک نہیں ہے، لہذا اسی شخص کو مسجد کا متولی بنا دیا جائے اور تمام انتظامی امور اس کے سپرد کر دیے جائیں۔ سارا مجمع اس بات پر متفق ہو کر آپ رَحْمَۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچا آپ سے عرض کی کہ ہم متفقہ فیصلے سے آپ کو مسجد کا متولی بنانا چاہتے ہیں۔" یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: یا اللہ عزو جل! میں ایک سال تک ریاکارانہ عبادت میں اس لیے مشغول رہا کہ مجھے مسجد کا متولی بنا دیا جائے، مگر ایسا نہ ہوا، اب جبکہ میں صدق دل سے تیری عبادت میں مشغول ہوا تو تیرے حکم سے تمام لوگ مجھے متولی بنانے آ پہنچے اور میرے اوپر یہ بار ڈالنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں تیری عظمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ تو اب تولیت قبول کروں گا اور نہ ہی مسجد سے باہر نکلوں گا۔

(تذکرۃ الاولیاء باب چہارم، ذکر مالک دینار، صفحہ 48)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

"ایک شخص کو حضرت بایزید نے دیکھا جو لوگوں کے سامنے بہت زور شور سے عبادت کر رہا تھا۔ انہوں نے اسے تنہائی میں بلایا اور فرمایا: "اے شخص! تیری عبادت کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچ رہی ہے، لیکن اللہ کے دربار تک نہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا عمل قبول ہو تو اسے لوگوں سے چھپا اور صرف اللہ کے لیے کر۔

(کتاب: تذکرۃ الاولیاء، باب: ذکر بایزید بسطامی، صفحہ 135_136)

خلاصہ:

نیت دین کا پہلا قدم ہے، جو اخلاص سے جُڑی ہے۔
ظاہری عمل اگرچہ چھوٹا ہو، مگر نیت خالص ہو تو وہ مقبول ہے۔
ہر عمل سے پہلے دل میں نیت کی تجدید کریں۔
اللہ کی رضا کو پیشِ نظر رکھیں، تعریف یا شہرت کی تمنا نہ کریں۔
نیکی کرتے وقت دل میں یہ نہ ہو کہ لوگ مجھے نیک سمجھیں۔
نیت کو درست رکھنے کے لیے مسلسل دل کی نگرانی اور دعا ضروری ہے۔
اخلاص، تصوف کا پہلا زینہ ہے، اور ولایت کی بنیاد بھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: { آدابِ طہارت وصفائی }

اسلام ایک کامل دین ہے، جو انسان کے ظاہر و باطن دونوں کو سنوارتا ہے۔ جہاں شریعت ہمیں ظاہری طہارت یعنی جسم، کپڑے، اور ماحول کی صفائی کا حکم دیتی ہے، وہیں تصوف باطنی صفائی یعنی دل، نیت، خیالات اور روح کی پاکیزگی پر زور دیتا ہے۔ اور جس طرح ظاہری اجسام مختلف بیماریوں (بخار، کھانسی، کینسر وغیرہ) کے شکار ہوتے ہیں، اسی طرح قلوب بھی مختلف بیماریوں (شرک، کفر، غرور تکبر، خود پسندی، کینہ، حسد، نفاق، فتنہ، تعصب اور ریاء وغیرہ) کی زد میں آتے ہیں۔ ان دونوں کا تعلق ایک دوسرے سے لازم وملزوم ہے۔ جو صرف ظاہر کی طہارت پر اکتفا کرے اور باطن کو گندہ چھوڑ دے، وہ درحقیقت دین کی روح سے غافل ہے۔

{ستھرائی کی اہمیت}

طہارت کی دوصورتیں ہیں۔(1) ظاہری (2) باطنی

ظاہری طہارت: اسلام میں جسم، کپڑوں، اور عبادت کی جگہ کی صفائی فرض یا واجب درجے کی اہمیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ

قرآن پاک میں ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ

ترجمہ: بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اور پاک رہنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔

(سورۃ البقرہ، آیت 222)

اور فرمایا: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

ترجمہ: اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کرو۔

(سورۃ المدثر، آیت 4)

احادیثِ مبارکہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ"
" پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔"
(صحیح مسلم، حدیث 223، کتاب الطہارہ، جلد 1، صفحہ 203)

اور فرمایا: "تنظفوا فإن الإسلام نظيف"
" صفائی اختیار کرو کیونکہ اسلام پاکیزہ دین ہے۔"
(جامع صغیر، حدیث 3553، مطبع دار الکتب العلمیہ)

اور فرمایا: "من بات وفي يده غمرٌ فأصابه شيء، فلا يلومن إلا نفسه"
" جو شخص ہاتھ دھوئے بغیر سوئے اور اُسے کچھ نقصان پہنچے تو وہ خود کو ملامت کرے۔"

(سنن ابی داؤد، حدیث 3858)

باطنی طہارت: باطن کی صفائی، نیت کے اخلاص، اور خیالات کی طہارت سے ہوتی ہے، یہ سب ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری ہیں۔ جیسا کہ:

قرآن مجید میں باطنی صفائی کے متعلق ارشاد ہوا:

"يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ، إِلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ"

(قیامت کے دن) نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، سوائے اس کے جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے۔

(سورۃ الشعراء، 88-89)

احادیث مبارکہ

حدیث شریف میں ہے: "إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ"

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں اور مال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر، حدیث:2564، مطبع: دار ابن کثیر)

مُحَمَّدِ عربی صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔

ترجمہ: سُن لو! بے شک جسم میں خون کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ ٹھیک ہو جائے، تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ لوتھڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سُن لو! وہ لوتھڑا دِل ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث:52، باب فضل من استبرا، صفحہ:84-85،)

فائدہ: اس حدیثِ پاک کی شرح میں عُلَما فرماتے ہیں:

" بندے کے تمام کام اُس کے دِل سے وابستہ ہیں* اگر دِل پاک صاف ہو* اس میں اللہ پاک کی محبّت ہو* اللہ پاک کے محبوب بندوں کی محبت ہو* دِل میں اللہ پاک کا خوف ہو تو بندے کے تمام کام دُرُست ہو جاتے ہیں* بندہ گُناہوں سے بچنے لگتا ہے بلکہ گُناہ میں پڑنے کے خوف سے شُبہات سے بھی بچنے لگتا ہے اور* اگر دِل بگڑ جائے،* دِل نفسانی خواہشات کا پیروکار ہو جائے،* اس میں خوفِ خُدا نہ رہے تو بندے کے سب کام بگڑ جاتے ہیں اور بندہ نفسانی خواہشات کے پھندے میں گرفتار ہو کر گُناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسی لئے کہتے ہیں: دِل تمام جسم کا بادشاہ ہے اور تمام اعضا اس کا لشکر ہیں، اگر بادشاہ نیک ہو تو لشکر بھی نیک ہو جاتا ہے اور اگر بادشاہ بگڑ جائے تو پُورا لشکر بگڑ جاتا ہے۔

اقوالِ صوفیہ

امام غزالی رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ فرماتے ہیں:

دِل رَبُّ الْعٰلَمِین کی نظر کا مقام ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو ظاہر کو سنوارنے کا اہتمام کرے، اپنا ظاہر دھوئے، میل کچیل سے ستھرا کرے تاکہ لوگ اس کے کسی ظاہری عیب کو نہ دیکھ سکیں مگر دِل کی صفائی کا اہتمام نہ کرے جو رَبُّ الْعٰلَمِین کی نظر کا مقام ہے۔

(منہاج العابدین، صفحہ:175-176)

شیخُ الاِسلام حضرت بابا فرید رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ فرماتے ہیں:

" اللہ پاک اور بندے کے درمیان حِجَاب (پردہ) صِرف دِل کی گندگی کا ہے، اگر

یہ حجاب اُٹھ جائے (یعنی دِل پاک ہو جائے) تو بندے کو اللہ پاک کا قُرب نصیب ہو جاتا ہے۔

(ہشت بہشت، اسرار الاولیاء، صفحہ:30 بتغیر قلیل)

حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" جو لوگ ظاہری طہارت پر عمل پیرا رہتے ہیں فرشتے ان کو دوست رکھتے ہیں، اور جس کا باطن پاک ہوتا ہے، اللہ تعالی ان کو دوست رکھتا ہے۔

(کشف المحجوب، چوتھا کشف: طہارت کے بیان میں، صفحہ، 398)

ظاہری طہارت باطنی طہارت کے موافق ہو۔

آپ نے مزید فرمایا: " جب ہاتھ دھوئے جائیں تو دل سے دنیا کی محبت دھو ڈالی جائے، جب استنجا کرے تو جس طرح ظاہری گندگی کو دور کیا جائے اسی طرح باطن سے بھی غیر خدا کی محبت کو دور کر دیا جائے۔ جب منہ میں پانی ڈالے تو شہوتوں کو اپنے اوپر حرام گردانے، جب چہرہ دھوئے تو تمام الفتوں سے یک دم کنارہ کش ہو جائے اور حق کی طرف متوجہ ہو جائے، اور جب ہاتھوں کو دھوئے تو اپنے نصیبوں سے دست کش ہو جائے اور جب سر کا مسح کرے تو اپنے معاملات کو حق تعالی کے سپرد کر دے۔ جب پاؤں دھوئے تو فرمان الٰہی کے خلاف ہر چیز پر قائم رہنے سے بچنے کی نیت کرے، جب اس پر عمل کرے گا تو اسے دونوں قسم کی طہارت حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ تمام ظاہری شرعی امور باطن کے ساتھ ہوئے ہیں"۔

(المرجع السابق، صفحہ:399)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں: " جب بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کا ارادہ کرو تو ظاہر عبادت کے لئے ظاہری طہارت کرو اور جب باطن میں قربت کا قصد کرو تو باطن کی

طہارت کرو۔ ظاہری طہارت پانی سے ہے اور باطنی طہارت توبہ ورجوع کے ذریعہ ہوتی ہے۔"

(کشف المحجوب، چوتھا کشف: طہارت کے بیان میں، صفحہ:400)

واقعات:

حضرت شبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مسجد میں جانے کے لئے طہارت کی"۔ غیب سے ندا آئی کہ تم نے ظاہر کو تو آراستہ کر لیا باطن کی صفائی کہاں ہے؟

(المرجع السابق، صفحہ:399)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے، دیکھا کہ ایک شخص نہایت پاکیزہ لباس میں، خوشبو لگا کر عبادت کر رہا ہے، مگر آنکھیں عورتوں کی طرف اٹھتی ہیں۔

آپ نے فرمایا: " یہ ظاہری صفائی تو اچھی ہے، مگر اگر دل کی آنکھ نہ جھکائی تو طہارت ادھوری ہے۔"

(نفحات الانس، شیخ جامی، صفحہ 132، مطبع: دار الکتب العربیہ، قاہرہ)

خلاصہ:

ظاہری صفائی شریعت کی بنیاد ہے، اور باطنی صفائی تصوف کی روح دونوں کا اجتماع ہی کامل مومن بناتا ہے۔ ایک ایسا مسلمان جو نہ صرف وضو اور غسل کا اہتمام کرتا ہے، بلکہ دل کو بھی حسد، ریا، اور دنیا کے میل سے پاک رکھتا ہے وہی اللہ کے قرب کا مستحق بنتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: { آدابِ لباس }

لباس انسان کی شخصیت کا آئینہ ہے، مگر اسلام میں لباس محض ظاہری زینت نہیں بلکہ شرعی، اخلاقی اور روحانی اصولوں کے تحت ہونا چاہیے۔
قرآن، حدیث اور صوفیہ کی تعلیمات میں لباس کے آداب کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

قرآنی تعلیمات

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ**
ترجمہ: اے آدم کے بیٹو! ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپائے اور تمہارے لیے زینت بھی ہو، اور تقویٰ کا لباس، وہی سب سے بہتر ہے۔

(سورۃ الاعراف، آیت 26)

فائدہ: صوفیاء کرام اس آیت کو ظاہری و باطنی تطہیر کا جامع سمجھتے ہیں۔ یہاں دو لباسوں کا ذکر ہے:
ظاہری لباس جو انسان کے جسم کو ڈھانپتا ہے، شرمگاہوں کو چھپاتا ہے، اور زینت بخشتا ہے۔ یہ لباس دنیاوی زندگی کی ضرورت ہے، مگر اس کی اہمیت صرف ظاہری ہے۔

باطنی لباس (لباس التقوی) جو انسان کے دل و روح کو گناہوں، نفاق، حسد، کینہ، تکبر اور دنیا کی محبت سے بچاتا ہے۔ یہی لباسِ تقویٰ ہے، اور یہی صوفیاء کی اصل دعوت ہے۔

احادیثِ مبارکہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کھاؤ، پیو، صدقہ کرو، اور لباس پہنو جب تک اس میں اسراف یا تکبر نہ ہو۔
(سنن ابن ماجہ، حدیث 3605، کتاب اللباس، مطبع دار السلام، ریاض)

اور فرمایا: "جو دنیا میں شہرت کا لباس پہنے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔
(سنن ابی داؤد، حدیث 4029، کتاب اللباس، مطبع دار المعرفۃ، بیروت)

(دائیں طرف کو ترجیح دینا):
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قمیض پہنتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے۔
(جامع ترمذی، کتاب اللباس، حدیث نمبر 1766)

(ظاہری حسن کی فکر)
جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ایک شخص کو دیکھا جس کے بال پراگندہ تھے، فرمایا: "کیا

اس شخص کو کوئی چیز نہ ملی جس سے وہ اپنے بال سنوار سکے؟" پھر ایک دوسرے شخص کو دیکھا جس کے کپڑے گندے تھے، فرمایا:" کیا اس شخص کو پانی نہ ملا کہ وہ اپنا کپڑا دھو سکے؟"

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، حدیث نمبر 4062)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ" ایک شخص نے کہا:" انسان کو اچھا کپڑا اور اچھا جوتا پسند ہوتا ہے۔" آپ نے فرمایا:" بے شک اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر 91)

(مردوں کے لیے کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکانا):

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔"

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، حدیث نمبر 5787)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے (ٹخنوں کے نیچے) لٹکائے، اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(سنن ترمذی، کتاب اللباس، حدیث نمبر 1731)

(پتلے یا تنگ کپڑے نہ پہننا)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " دوزخ کے دو گروہ ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا: ایک گروہ جن کے پاس گائے کی دموں جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، اور دوسری عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی ننگی ہوں گی...... وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، حدیث نمبر 2128۔)

(مردوں کا عورتوں کی طرح اور عورتوں کا مردوں کی طرح لباس پہننے سے اجتناب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، حدیث نمبر 5885)

(مردوں کے لیے ریشم اور سونا پہننے کی ممانعت)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " ریشم اور سونا میری امت کے مردوں کے لیے حرام کیا گیا اور عورتوں کے لیے حلال کیا گیا۔"

(سنن ترمذی، کتاب اللباس، حدیث نمبر 1720)

اقوالِ صوفیہ:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ایسے کپڑے پہنو جو نہ عالموں کے سامنے تمہیں نمایاں کریں اور نہ جاہلوں کے سامنے تمہیں نیچا دکھائیں۔"

اور فرمایا: "جب میں نماز پڑھ رہا ہوتا ہوں اور کوئی غریب گزرتا ہے، تو میں اسے جانے دیتا ہوں۔ لیکن جب کوئی امیر خوبصورت کپڑوں میں گزرتا ہے، تو مجھے وہ اچھا نہیں لگتا اور میں اسے روکتا ہوں۔"

(احیاءعلوم الدین، جلد 4، صفحہ 234، باب فضیلۃ الزہد)

ابن شبرومہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میرے بہترین کپڑے وہ ہیں جو میری ضرورت پوری کریں، اور بدترین وہ ہیں جن کی میں فکر کروں۔"

(احیاءعلوم الدین، جلد 4، صفحہ 234، باب فضیلۃ الزہد)

ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کپڑے تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک اللہ کے لیے، جو جسم کو ڈھانپے؛ ایک اپنے لیے، جو آرام دہ ہو؛ اور ایک لوگوں کے لیے، جو خوبصورت اور معیاری ہو۔"

(المرجع السابق)

واقعات

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابوذر رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

عبداللہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ خوبصورت کپڑوں میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور زہد کی باتیں کرنے لگے۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ان کا منہ دبایا اور ناگواری ظاہر کی۔ عبداللہ بن عامر ناراض ہو کر حضرت عمر سے شکایت کرنے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم نے خود یہ کرایا ہے۔ تم اس کے سامنے خوبصورت کپڑوں میں زہد کی باتیں کرتے ہو؟۔"

خلاصہ

لباس شخصیت کی زینت اور دینی آئینہ ہے۔
اسلام سادگی، پاکیزگی اور حلال لباس کی تعلیم دیتا ہے۔
لباس سادہ، صاف اور باوقار ہو۔
مرد ٹخنوں سے اوپر، اور عورتیں مکمل ستر میں لباس رکھیں۔
لباس میں تفاخر اور دکھاوا نہ ہو۔
صوفیہ کرام لباس کو روحانی صفائی سے جوڑتے ہیں۔
تکبر، شہرت اور اسراف لباس کے ذریعے بھی منع ہے۔
مرد کا عورتوں جیسا لباس اور عورت کا مردوں جیسا لباس پہننا ممنوع ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: آدابِ سفر و مہمانی

اسلام نے انسان کی ہر حالت کو مہذب بنانے کی تعلیم دی ہے۔ سفر ہو یا مہمانی، اسلام کے آداب انسان کو حسنِ سلوک، اخوت، اور ایثار کی تربیت دیتے ہیں۔ صوفیاءِ کرام کے یہاں سفر ایک روحانی مجاہدہ ہے، اور مہمانی ایک اخلاقی امتحان۔

قرآنی تعلیمات

قرآنِ کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کے واقعے کو ذکر کیا گیا ہے:

"هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ. إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ. فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ"

ترجمہ: "کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی؟ جب وہ ان کے پاس آئے اور کہا: سلام ہو، ابراہیم نے کہا: سلام ہو، (یہ) اجنبی لوگ ہیں۔ پھر وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑا لائے۔"

(سورۃ الذاریات، آیت 24-27)

فائدہ: یہ واقعہ مہمان نوازی کی اعلیٰ مثال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اجنبی مہمانوں کے لیے فوراً فربہ بچھڑا ذبح کروا دیا۔

احادیثِ مبارکہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مہمانوں کی میزبانی فرماتے تو نہایت شفقت، خندہ پیشانی اور اکرام سے پیش آتے۔ آپ اپنے مہمانوں کے لیے خود ہاتھ دھلوانا، کھانے کا اہتمام کرنا اور ان کی دلجوئی کرنا اپنا فخر سمجھتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه."

ترجمہ: "جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔"

(صحیح بخاری، حدیث: 6135، کتاب الادب، باب إکرام الضیف)

اور فرمایا: "الضيفُ نزلٌ ثلاثةُ أيامٍ، فما كانَ بعدَ ذلكَ فهوَ صدقةٌ عليهِ"

ترجمہ: مہمان تین دن تک مہمان ہوتا ہے، اس کے بعد کی مہمان نوازی صدقہ ہے۔

(المرجع السابق)

اور سفر کے متعلق فرمایا: "السفرُ قطعةٌ منَ العذابِ، يمنعُ أحدَكم طعامَهُ وشرابَهُ ونومَهُ، فإذا قضى نهمتَهُ فليعجلْ إلى أهلِه"

ترجمہ: سفر عذاب کا ایک حصہ ہے، جو کھانے، پینے اور نیند میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ لہٰذا جب اپنا مقصد پورا ہو جائے تو جلد گھر لوٹ جائے۔

(صحیح بخاری، حدیث 1804، کتاب الحج)

اقوالِ صوفیہ:

حضرت داتا گنج بخش ہجویری نے مسافر اور مقیم کے آداب بیان کرتے ہوئے لکھا:

" جب کوئی شخص سفر اختیار کرے تو اس کا سفر خدا کے لئے ہو نہ کہ نفسانی پیروی میں، جس طرح ظاہر میں سفر اختیار کیا ہے اسی طرح باطن میں بھی اپنی نفسانی خواہش کو ترک کردے۔

اور فرمایا:" جب منزل پر پہنچ جائے تو مقیم کی کسی حالت پر اعتراض نہ کرے اور نہ ہی معاملات یا گفتگو میں کسی کے ساتھ زیادتی کرے۔ اپنے سفر کی تختیوں کو بیان نہ کرے، نہ اپنے علم کو جتائے اور نہ تو لوگوں کے سامنے حکایات و روایات بیان کرے، کیونکہ یہ باتیں اظہار رعونت کی موجب ہیں.. اگر کوئی مقیم یا ان کا خادم اسے کوئی حکم دے یا اسے کسی کو سلام کرنے یا کہیں کی زیارت کرنے کو کہا جائے تو جہاں تک ممکن ہو انکار نہ کرے۔

برادران طریقت کے افعال کی ہر ممکن تاویل و عذر کرے اور دل میں اپنی کسی حاجت کا رنج نہ آنے دے اور نہ مقیموں کو بادشاہوں کے دروازے پر لے جائے ۔مسافر و مقیم ہر حاجت اور اپنی تمام حالتوں میں رضائے الٰہی کا خواہاں رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ عقیدت رکھے۔ سب کو برابر جانے اور پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت نہ کرے کیونکہ طالبان حق کے لئے فضول باتیں کرنا برا ہے اور بری بات کہنا تو بڑی بدنصیبی ہے۔

(کشف المحجوب، باب: سفر وحضر کے آداب، صفحہ 473)

حضرت شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" سفر میں انسان کا اخلاق اور توکل ظاہر ہوتا ہے، اور مہمانی میں اس کا ظرف۔"

(تاریخ رفاعیہ، صفحہ 101، مطبع دار الکتب العربیہ)

واقعات:

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک مہمان آیا، گھر میں کچھ کھانے کو نہ تھا، لیکن انہوں نے اپنی بیوی سے کہا: بچوں کو سلا دو، چراغ بجھا دو اور مہمان کے ساتھ ایسے کھاؤ جیسے تم کھا رہے ہو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ صبح جب یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:" عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر ہنس پڑا ہو۔"

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث نمبر:3798)

خلاصہ:

سفر سے پہلے نیت خالص کریں۔
ہم سفر کو ایذا نہ دیں، مزاج کا خیال رکھیں۔
اذان، نماز، اور تلاوت کا اہتمام کریں۔
سفر میں قناعت اور صبر سے کام لیں۔
ضعیف، عورت، اور بچوں کا خاص خیال رکھیں۔
مہمان کا استقبال خوش اخلاقی سے کریں۔
کھانے، سونے، اور راحت کا انتظام کریں۔
مہمان کو سوال کرنے یا تنقید کا موقع نہ دیں۔
مہمان بھی میز بان کو تکلیف نہ دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: آدابِ تجارت ولین دین

اسلامی تعلیمات زندگی کے ہر شعبہ میں عدل، دیانت اور خیر خواہی کو فروغ دیتی ہیں۔ تجارت اور لین دین انسان کی روزمرہ زندگی کا اہم جزو ہیں، اور یہیں انسان کا ایمان، اخلاق، اور نیت ظاہر ہوتی ہے۔ اسلام میں تجارت بھی ایک عبادت ہے، اگر وہ حسنِ نیت، انصاف، اور سخاوت پر قائم ہو۔

قرآنی تعلیمات

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ.

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کسی مدت کے لیے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ - الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ - وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ.

ترجمہ: خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، جو خود لیتے وقت پورا لیتے ہیں، اور دیتے وقت کم دیتے ہیں۔

(سورۃ المطففین، آیات 1-3)

احادیثِ مبارکہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الكاسب حبيب الله" "محنت سے کمانے والا اللہ کا محبوب ہے"۔

(کنز العمال، حدیث نمبر 9227، جلد 4، صفحہ 12،)

اور فرمایا: "طلب الحلال فريضة على كل مسلم"
"حلال روزی کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

(شعب الایمان (بیہقی)، حدیث نمبر 8370، جلد 4، صفحہ 342)

اور فرمایا: "ما أكل أحد طعاما قط خيرا من أن يأكل من عمل يده"
(کوئی کھانا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہیں)۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2072، کتاب البیوع، باب: کسب الرجل وعمل یدی)

اور فرمایا: "التاجرُ الصدوقُ الأمينُ مع النبيّينَ والصِّدِّيقينَ والشُّهداءِ"

ترجمہ: سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(سنن الترمذی، کتاب البیوع، حدیث نمبر: 1209 جلد: 3 صفحہ: 488)

اور فرمایا: "من غشّ فليس منّا"

ترجمہ: جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: 102، جلد: 1، صفحہ: 99)

اقوالِ صوفیہ:

لقمان حکیم کی نصیحت:

لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے کہا: "بیٹے! حلال کمائی کرو تاکہ غریب نہ ہو۔ غریب شخص کا دین، عقل اور عزت کمزور ہوتی ہے، اور لوگ اسے حقیر سمجھتے ہیں۔

(احیاء علوم الدین، باب: آداب الکسب و المعاش،، جلد 2، صفحہ 62، دار المعرفہ، بیروت)

تاجر یا عابد، کون بہتر؟

ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: "ایماندار تاجر بہتر ہے یا عبادت کرنے والا؟ انہوں نے کہا: "ایماندار تاجر بہتر ہے کیونکہ وہ ناپ تول اور لین دین میں شیطان کے دھوکے سے لڑتا ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

" مجھے موت بازار میں پسند ہے جب کہ میں اپنے گھر کے لیے خرید وفروخت کرتا رہوں"۔

(المرجع السابق)

ابراہیم بن ادہم کی محنت:

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

" اے ابواسحاق! لکڑیاں اٹھانا کب تک؟ تمہارے بھائی مدد کر سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا: " حلال کمائی کے لیے محنت کرنے والے کو جنت ملتی ہے۔

(المرجع السابق، صفحہ 63)

حضرت جریر اور واثلہ کی ایمان داری:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" میں جب چیزیں بیچتا ہوں، عیب بتاتا ہوں اور کہتا ہوں: لے لو یا چھوڑ دو۔ لوگوں نے کہا: اس سے کاروبار نہیں چلے گا۔ میں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کے ساتھ سچائی کا وعدہ کیا ہے۔

(المرجع السابق)

در مختار میں ہے: " بیع وشراء میں دھوکہ، جھوٹ اور چھپانا حرام ہے، اور خریدار کو مکمل وضاحت دینا لازم ہے۔"

(الدر المختار مع رد المحتار، جلد 4، صفحہ 209، مطبع دار الفکر، بیروت)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: " اگر سامان میں کوئی عیب ہو تو بیچنے والے پر لازم ہے کہ اسے ظاہر کرے، ورنہ یہ بیع فاسد کہلائے گی۔"

(الفتاویٰ الہندیہ، جلد 3، صفحہ 223، مطبع دار الفکر، بیروت)

واقعات:

حلال کمائی والا اللہ کی راہ میں ہے:

" ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے ایک طاقتور اور جوان شخص کو صبح سویرے کام کے لیے جاتا دیکھا۔ صحابہ نے کہا: کاش اس کی طاقت اور جوانی اللہ کی راہ میں ہوتی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ کہو! اگر وہ اپنے لیے حلال کمائی کر رہا ہے تا کہ مانگنے سے بچے اور لوگوں سے بے نیاز رہے، تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ اگر وہ کمزور ماں باپ یا بچوں کے لیے کماتا ہے تا کہ ان کی مدد کرے، تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

(مستدرک حاکم: کتاب: کتاب الجهاد، باب: سعی فی سبیل الله حدیث نمبر: 2418)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بازار کا معائنہ

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں تشریف لائے۔ آپ نے ایک اناج کا ڈھیر دیکھا۔ ہاتھ اندر ڈالا تو نیچے نمی محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

"یہ کیا ہے؟" دکاندار نے عرض کیا: "بارش کی وجہ سے گیلا ہو گیا۔"
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من غش فلیس منا"
ترجمہ: "جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"
(صحیح مسلم، حدیث 102، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 99)
فائدہ: یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ تجارت میں ظاہری چالاکی کے بجائے اندرونی دیانت مطلوب ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سچائی

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"جب میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی کہ میں ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کروں گا۔"
ایک مرتبہ وہ گھوڑے کی خرید وفروخت کر رہے تھے۔ جب سودا طے ہو گیا، تو انھوں نے بیچنے والے سے کہا: "یہ گھوڑا اس سے بہتر قیمت کا ہے۔" اور خود قیمت بڑھا دی تاکہ حق دار کو اس کا صحیح حق ملے۔
(المعجم الکبیر للحافظ ابوالقاسم الطبرانی، جلد 2، صفحہ 155، حدیث نمبر 1639)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

آپ فرماتے ہیں: "ایک شخص نے 300 درہم میں اونٹنی خریدی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے پاؤں میں عیب ہے۔ میں نے خریدار سے کہا: یہ سواری کے لیے لی یا گوشت کے لیے؟ اس نے کہا: سواری کے لیے۔ میں نے کہا: اس کا پاؤں خراب ہے، یہ لمبا سفر نہیں کر سکتی۔ اس نے اونٹنی واپس کی، بیچنے والے نے 100 درہم کم

کیے اور کہا: واثلہ، تم نے میرا نقصان کیا! میں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمانداری کا وعدہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیچنے والا عیب نہ چھپائے، اور جو عیب جانتا ہے، وہ بتائے۔
(احیاء علوم الدین، باب: آداب الکسب و المعاش، جلد 2، صفحہ 76، دار المعرفہ، بیروت)

سری سقطی کی ایمانداری کا واقعہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "میں نے 60 دینار میں بادام خریدے اور 63 دینار میں بیچنے کا فیصلہ کیا۔ ایک ایماندار خریدار نے کہا: بادام اب 90 دینار کے ہیں۔ میں نے کہا: میں 63 دینار سے زیادہ نہیں بیچوں گا۔ خریدار نے کہا: میں اللہ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ کسی مسلمان کو دھوکہ نہیں دوں گا، لہذا 90 دینار سے کم میں نہیں لوں گا۔ آخر کار نہ اس نے خریدا، نہ میں نے بیچا۔
(المرجع السابق)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور تجارت میں نیت

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "جو شخص تجارت کو عبادت کی نیت سے کرتا ہے اور جھوٹ، دھوکہ، قسم سے بچتا ہے، وہ اللہ کے مقرب بندوں میں شامل ہوتا ہے۔"
ایک مرتبہ آپ کے مرید نے بازار میں معمولی دھوکہ سے فائدہ کمایا، آپ نے ناراض ہو کر فرمایا:
"تصوف کی راہ سچائی اور دیانت کی پگڈنڈی ہے، جس نے ایک قدم بھی ٹیڑھا رکھا، وہ راستہ بھول گیا۔"
(رسائل جنید، صفحہ 132، مطبع مکتبہ سراجیہ، لاہور)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مرید آیا جو صرف عبادت کرتا تھا اور کمانے کو دنیاداری سمجھتا تھا۔

حضرت نے فرمایا:

" عبادت چھوڑ کر دنیا میں کھو جانا غفلت ہے، اور دنیا کو چھوڑ کر عبادت میں لگ جانا خودی ہے۔ دونوں سے اوپر وہ ہے جو اللہ کی رضا کے لیے کمائے اور خرچ کرے"۔

(فوائد الفؤاد، صفحہ 78، مطبع نظامیہ پریس)

فقیر اور سوداگری

ایک فقیر روزانہ حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ذکر و اذکار میں مشغول رہتا۔ حضرت نے ایک دن فرمایا" کیا تمہارے گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟" فقیر نے کہا:"نہیں، میں تو سب چھوڑ آیا ہوں۔"

حضرت نے فرمایا:

" یہ فقر نہیں، فاقہ ہے۔ فقیر وہ ہے جو دل کو دنیا سے خالی کرے، نہ کہ پیٹ کو۔ جاؤ، محنت کرو، رزقِ حلال کماؤ، اور اللہ کا شکر ادا کرو"۔

(فوائد الفؤاد، صفحہ 122، مطبع نظامیہ پریس)

ایماندار تجارت کے اصول

تاجر کو چاہیے کہ:

چیز کی غلط تعریف نہ کرے۔

عیب نہ چھپائے۔

ناپ تول میں دھوکہ نہ دے

قیمت نہ چھپائے جو خریدار کو ناپسند ہو۔

خلاصہ:

صرف حلال ذریعہ اختیار کریں، سود، فریب اور حرام ذرائع سے مکمل بچیں۔

وقت کی پابندی اور محنت کے ساتھ کمائی کریں۔

خرچ میں توازن رکھیں، فضول خرچی اور بخل دونوں سے بچیں۔

ہر کمائی پر زکوٰۃ ادا کریں۔

والدین، اقربا اور فقرا پر خرچ کرنا افضل ہے۔

رزق کمانے کی نیت، عبادت اور اہلِ خانہ کی خدمت ہو۔

دل میں قناعت پیدا کریں، خواہشات کا غلام نہ بنیں۔

اگر سامان میں کوئی خرابی ہو تو خریدار کو بتائیں۔

منافع میں عدل اور سخاوت کو شامل کریں۔

قرض کی ادائیگی میں تاخیر نہ کریں، وعدہ پورا کریں۔

گواہ، تحریر، اور ریکارڈ کا اہتمام رکھیں۔

ہر کام سے پہلے "بسم اللہ" اور بعد میں "الحمد للہ" کہنا برکت لاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: آدابِ گفتگو وزبان کا استعمال

زبان ایک نعمت ہے، لیکن یہی نعمت انسان کی نجات کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور ہلاکت کا سبب بھی۔ اسلام نے زبان کے استعمال پر نہایت سختی سے تاکید فرمائی ہے۔ قرآن و حدیث، فقہ اور صوفیاء کرام کے فرامین میں زبان کے آداب کو مرکزی مقام حاصل ہے۔

قرآنی تعلیمات:

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ.

ترجمہ: انسان کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر ایک نگران فرشتہ اسے محفوظ کر لیتا ہے۔

(سورۃ ق، آیت 18)

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: "يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا"

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔

(سورۃ الاحزاب، آیت 70)

احادیثِ مبارکہ

عبداللہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا:

" میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ میں نے پوچھا: کس چیز سے بچوں؟ آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 38، کتاب الایمان، باب: بیان ان الاسلام ان یقول آمنت باللہ ثم یستقیم)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے پوچھا: " یا رسول اللہ! نجات کیسے ملے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی زبان کو روکو، اپنا گھر تمہارے لیے کافی ہو، اور اپنی غلطیوں پر رو۔

(سنن ترمذی، حدیث نمبر 2406، کتاب الزہد، باب: ماجاء فی حفظ اللسان)

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 6474، کتاب الرقاق، باب: حفظ اللسان والفرج)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جب تم کسی مومن کو خاموش اور وقار والا دیکھو، تو اس کے قریب ہو جاؤ، کیونکہ وہ حکمت سکھاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4101، کتاب الزہد، باب: الصمت)

اورفرمایا:" اپنی زبان کوخیر کے سوا ہر چیز سے روکو، اس سے تم شیطان پر غالب آؤ گے۔

(المعجم الکبیر (طبرانی)، حدیث نمبر 286، جلد 22، باب: ماجاء فی حفظ اللسان)

اورفرمایا:" جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے"۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 6018، کتاب الادب، باب: من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا أو لیصمت،)

اقوالِ صوفیہ

{زبان پر قابو اور خاموشی کی اہمیت}

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ منہ میں کنکر رکھتے تھے تاکہ بولنے سے رکیں، اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کہتے: "یہ مجھے مشکلات میں ڈالتی ہے"۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" اللہ کی قسم! زبان سے زیادہ کسی چیز کو قید کی ضرورت نہیں"۔

طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" میری زبان ایک درندہ ہے، اگر اسے چھوڑ دوں تو وہ مجھے کھا جائے گی۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"عقلمند کو چاہیے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے، اور اپنے کام پر توجہ دے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" جس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی، اس نے اپنا دین نہیں سمجھا"

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:" عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں لکھا: جو موت کو زیادہ یاد رکھتا ہے، وہ دنیا میں تھوڑے سے راضی ہوتا ہے۔ جو اپنی بات کو اپنے عمل کا حصہ سمجھتا ہے، وہ صرف ضروری بات کرتا ہے"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" خاموشی سے دو خوبیاں ملتی ہیں: دین کی حفاظت اور دوسرے کو سمجھنے کی صلاحیت۔"

یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" جس کی زبان درست ہو، اس کے باقی اعمال میں بھی نیکی نظر آتی ہے۔

منصور بن معتز رحمۃ اللہ علیہ نے 40 سال تک زبان سے کوئی بات نہیں نکالی۔

ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ نے 20 سال تک دنیا کی باتیں نہ کیں۔ وہ صبح دوات، کاغذ اور قلم رکھتے، دن بھر جو بولتے وہ لکھتے، اور شام کو اپنا محاسبہ کرتے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، جلد 3، صفحہ 111)

ابن الکاتب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" جب دل میں اللہ کا خوف ہو،تو زبان صرف وہی بولتی ہے جو ضروری ہو۔

(الرسالۃ القشیریہ، باب الصمت، صفحہ 126)

خاموشی اور بولنے کا توازن

بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" اگر بولنا اچھا لگے تو خاموش رہو، اور اگر خاموشی اچھی لگے تو بولو۔

(المرجع السابق، صفحہ 247)

سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" کوئی شخص خاموشی اختیار نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ تنہائی نہ اپنائے، اور توبہ اس وقت تک سچی نہیں ہوتی جب تک زبان کی حفاظت نہ کی جائے۔

(المرجع السابق، صفحہ 247)

ابوبکر فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" جو شخص خاموشی کو اپنا وطن نہ بنائے، وہ خاموش ہو کر بھی فضول باتوں میں پڑتا ہے۔ خاموشی صرف زبان تک نہیں، بلکہ دل اور تمام اعضاء کی ہوتی ہے"۔

(المرجع السابق)

آپ نے مزید نے فرمایا:" جو بندہ صرف ضروری اور فائدہ مند بات کرتا ہے، وہ حقیقت میں خاموش ہی رہتا ہے۔

(المرجع السابق)

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا:" سب سے زیادہ اپنی حفاظت کرنے والا کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: جو اپنی زبان پر سب سے زیادہ قابو رکھتا ہے۔

(المرجع السابق، صفحہ 248)

خاموشی اور بولنے کا انتخاب

ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا:" ولی کے لیے خاموشی بہتر ہے یا بولنا؟ انہوں نے فرمایا: اگر بولنے والے کو بولنے کے نقصانات کا علم ہو، تو وہ نوح علیہ السلام کی عمر تک خاموش رہنا چاہے۔ اور اگر خاموش شخص کو خاموشی کے نقصانات کا علم ہو، تو وہ اللہ سے نوح علیہ السلام کی دگنی عمر مانگے تا کہ بول سکے۔

(المرجع السابق، صفحہ 249)

خاموشی اور دل کی بات

ایک بزرگ کا ارشاد ہے:" میں نے 30 سال تک صرف وہی بولا جو میرے دل نے کہا، پھر 30 سال تک میرا دل صرف وہی سنا جو میری زبان نے کہا۔

(المرجع السابق، صفحہ 250)

ایک بزرگ کا ارشاد ہے:" جاہل کی زبان اس کی تباہی کا دروازہ ہے۔ محب خاموش رہ کر ہلاک ہو جاتا ہے، لیکن عارف خاموش رہ کر بادشاہ بن جاتا ہے۔

(المرجع السابق،)

خاموشی کے درجات

کہا گیا: " عام لوگوں کی خاموشی ان کی زبان سے ہوتی ہے، عارفوں کی خاموشی ان کے دل سے ہوتی ہے، اور محبوں کی خاموشی ان کے دلی رازوں سے ہوتی ہے۔

(المرجع السابق)

واقعات:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت

کسی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

" فلاں شخص بہت عبادت کرتا ہے، مگر لوگوں کی غیبت بھی کرتا ہے۔"

آپ نے فرمایا" وہ شخص ایسا ہے جیسے ایک شخص پانی سے کپڑا دھوئے اور پھر اسے کیچڑ میں پھینک دے۔

(الروض الفائق، صفحہ 117، مطبع دار الہدیٰ، دمشق)

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کا خاموش وعظ

ایک شخص دور دراز سے حاضر ہوا کہ حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سنے گا۔ جب مجلس میں پہنچا تو حضرت خاموش بیٹھے تھے۔ گھنٹہ بھر خاموشی رہی، پھر مجلس برخاست ہوگئی۔

اس شخص نے حیرت سے پوچھا" وعظ کب ہوگا؟

کسی نے جواب دیا:" آج جو خاموشی میں وعظ ہوا، وہ کلام میں کہاں ممکن تھا

(اسرار التوحید، صفحہ 185، مطبع الجامعۃ الاسلامیہ، اصفہان)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور باطنی خاموشی

ایک سالک نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا

" خاموشی افضل ہے یا ذکر؟"

فرمایا: ایسا ذکر جو دل کو اللہ سے غافل کردے، اُس سے بہتر وہ خاموشی ہے جو دل کو اللہ میں مشغول کردے۔

(الرسالۃ القشیریہ، صفحہ 90، مطبع دار الفکر، دمشق)

خلاصہ:

زبان کو قابو میں رکھنا حسنِ اخلاق اور روحانیت کا زینہ ہے۔

ہر بات بولنے سے پہلے سوچیں: " کیا یہ بات فائدہ مند ہے؟"

لغو، بے مقصد، اور فالتو گفتگو سے پرہیز کریں۔

کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی (غیبت) نہ کریں۔

دوسروں کی بات مکمل سنیں، بیچ میں نہ ٹوکیں۔

نرم لہجہ اختیار کریں، چاہے اختلاف ہو۔

مذاق میں بھی جھوٹ، طعنہ یا تحقیر سے بچیں۔

سچائی، درستی، اور ادب کے ساتھ بات کریں۔

ذکرِ الٰہی اور دینی باتوں کو زبان کا معمول بنائیں۔

یہ زبان اگر نیکی کے لیے استعمال ہو تو ذریعۂ نجات ہے، اور اگر بدگوئی میں ڈھل جائے تو باعثِ ہلاکت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: آدابِ صحبت وتعلقات

نفس کی فطرت ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے سکون حاصل کرتا ہے اور جن لوگوں کی صحبت میں رہتا ہے، انہی کی عادتیں اور خصلتیں اپنا لیتا ہے۔ ہر عمل میں اچھے اور برے ارادوں کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ انسان جس ارادے والے لوگوں کے ساتھ رہے گا، اس پر وہی غالب آئے گا، کیونکہ اس کی خواہشات دوسروں کے ارادوں سے متاثر ہوتی ہیں اور صحبت کا اس کی عادتوں پر بہت اثر پڑتا ہے۔ مثلاً، باز انسان کی صحبت میں سدھ جاتا ہے، طوطی سکھانے سے بولنے لگتا ہے، اور گھوڑا اپنی وحشیانہ عادت چھوڑ کر فرمانبردار بن جاتا ہے۔ یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ صحبت عادتوں کو بدل دیتی ہے، اور ہر قسم کی صحبت کا یہی اثر ہوتا ہے۔

قرآنی تعلیمات:

نیک صحبت کا انتخاب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا

ترجمہ: "اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا مانگتے ہیں۔ اپنی نظریں ان سے ہٹا کر دنیا کی زینت نہ دیکھو، اور اس شخص کی بات نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا، جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

(سورۃ الکہف، آیت 28)

تشریح: یہ آیت نیک اور اللہ کو یاد کرنے والوں کی صحبت اختیار کرنے کی ہدایت دیتی ہے۔ دنیاوی چمک دمک اور غافل لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیے۔

اچھے تعلقات سے محبت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، رحمن ان کے لیے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

(مریم، آیت 96)

تشریح: ایمان اور نیک اعمال اچھے تعلقات اور لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ نیک لوگوں کی صحبت سے اللہ تعالیٰ دوسروں کے دلوں میں ان کے لیے محبت ڈالتا ہے۔

بری صحبت سے اجتناب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا

ترجمہ:" اس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا: کاش! میں نے رسول کے ساتھ راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

(سورۃ الفرقان، آیات 27،28)

تشریح: یہ آیت بری صحبت کے نقصانات کو بیان کرتی ہے۔ غلط دوست انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں، اور قیامت کے دن اس پر پچھتاوا ہوگا۔

مومنوں کے ساتھ خیر خواہی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ ان پر رحم کرے گا۔ بے شک اللہ غالب اور حکیم ہے۔

(سورۃ التوبۃ، آیت 71)

تشریح: یہ آیت مومنوں کے آپسی تعلقات کی اہمیت بیان کرتی ہے۔ اچھی صحبت میں ایک دوسرے کو نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنا شامل ہے، جو ایمان کی علامت ہے۔

نیک لوگوں کے ساتھ رہنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:»يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ«

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

(سورۃ التوبۃ، آیت 119)

تشریح: یہ آیت نیک اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ہدایت دیتی ہے، کیونکہ وہ تقویٰ اور ایمان کو مضبوط کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ

اچھی اور بری صحبت کی مثال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے عطر فروش اور لوہار۔ عطر فروش یا تو تمہیں عطر دے گا، یا تم اس سے عطر خریدو گے، یا کم از کم تمہیں اس سے خوشبو ملے گی۔ لیکن لوہار یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا، یا تمہیں اس سے بدبو آئے گی۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 5534، کتاب الزہد، باب: مثل الجلیس الصالح والسوء)

انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **المرء على دين خليله، فلينظر أحدكم من يخالل**

ترجمہ: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کی صحبت اختیار کرتا ہے۔

جات: سنن ابوداود، حدیث نمبر 4833، کتاب الادب، باب: فی من یصحب)

تشریح: اچھا دوست انسان کو نیکی اور دین کی طرف لے جاتا ہے، جبکہ برا دوست اسے گمراہی کی طرف دھکیلتا ہے۔ اس لیے صحبت کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔

اور فرمایا: مومن آپس میں ایمان کی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔ جو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ کے لیے بغض رکھے، اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

(سنن ابوداود، حدیث نمبر 4681، کتاب السنۃ، باب: فی الحب فی اللہ)

محبت حاصل کرنے کے طریقے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ثلاث لك ود أخيك: لتسلم عليه إن لقيته، وتوسع له في المجلس، وتدعوه بأحب أسمائه**

ترجمہ: تین باتیں ہیں جو تمہارے بھائی کی محبت حاصل کرتی ہیں: جب اس سے ملو تو سلام کرو، مجلس میں اس کے لیے جگہ کشادہ کرو، اور اسے اس کے سب سے پسندیدہ نام سے پکارو۔

(سنن ابوداود، حدیث نمبر 5186، کتاب الادب، باب: فی السلام)

اقوال صوفیہ:

دوست کا انتخاب

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے داماد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے مغیرہ! جس بھائی یا ساتھی کی صحبت سے تمہیں دینی فائدہ نہ ملے، اس کی رفاقت چھوڑ دو تاکہ تم محفوظ رہو۔

(کشف المحجوب، نواں کشف: صحبت کے آداب، صفحہ: 460)

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بدترین دوست وہ ہے جسے کہنا پڑے کہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو، یا جس کی صحبت کے لیے ہمیشہ رعایت کرنی پڑے، یا جس سے چھوٹی سی غلطی پر معافی مانگنی پڑے۔

(کشف المحجوب، نواں کشف: صحبت کے آداب، صفحہ: 460)

تشریح: سچی دوستی میں دعا خود بخود دل سے نکلتی ہے، صحبت خوشی اور سکون سے بھرپور ہوتی ہے، اور چھوٹی غلطیوں پر معافی کی نوبت نہیں آتی، کیونکہ دوستی میں بیگانگی نہیں ہوتی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ بعض ادیبوں نے کہا:

" ایسے شخص کی صحبت کرو جو تمہارا راز چھپائے، تمہاری خامیوں کو ڈھانپے، مصیبت میں تمہارا ساتھ دے، تمہیں اپنی خواہشات پر ترجیح دے، تمہاری خوبیوں کو پھیلائے، اور تمہاری برائیوں کو چھپائے۔ اگر ایسا کوئی نہ ملے تو اپنی تنہائی کو ہی اپنا ساتھی بناؤ۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفۃ والصحبۃ، صفحہ 172)

پانچ قسم کے لوگوں سے دوری

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پانچ قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو:

1: جھوٹا: وہ تمہیں دھوکے میں رکھتا ہے، دور کو قریب اور قریب کو دور دکھاتا ہے۔

2: بیوقوف: وہ فائدہ دینے کی بجائے نقصان پہنچاتا ہے۔

3: بخیل: جب تمہیں اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہو، وہ تم سے منہ موڑ لیتا ہے۔
4: بزدل: مشکل وقت میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔
5: فاسق: وہ ایک لقمے یا اس سے بھی کم (کی لالچ) کے بدلے تمہیں بیچ دیتا ہے۔
(المرجع السابق، صفحہ 172)

دنیا یا آخرت کے لیے مفید صحبت

حضرت ابن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:
"صرف دو قسم کے لوگوں کی صحبت کرو: یا تو وہ جو تمہاری دنیاوی ضرورتوں میں مدد دے، یا وہ جو تمہاری آخرت کے لیے فائدہ مند ہو۔ اس کے علاوہ کسی اور کی صحبت بیوقوفی ہے۔

(المرجع السابق)

تین قسم کے لوگوں سے اجتناب

سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو:
غافل جابر: وہ ظالم جو اللہ سے غافل ہوں۔
چاپلوس قاری: وہ عالم جو خوشامد کرتے ہوں۔
جاہل صوفی: وہ جو تصوف کا دعویٰ کریں مگر علم سے خالی ہوں۔

(المرجع السابق)

دنیا پرست کی صحبت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "دنیا پرست کی صحبت زہر قاتل ہے، کیونکہ انسان کی فطرت دوسروں سے اثر لیتی ہے۔ دنیا پرست کی صحبت لالچ بڑھاتی ہے، جبکہ زاہد کی صحبت دنیا سے بے رغبتی سکھاتی ہے۔ اس لیے دنیا کے طالبوں کی صحبت سے بچو اور آخرت کے راغب لوگوں کی رفاقت اختیار کرو۔

(المرجع السابق)

فصل: صحبت کے شرائط

حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
صحبت کی شرط یہ ہے کہ:
1: ہر شخص کو اس کے مقام کے مطابق عزت دی جائے۔
2: بڑوں کا احترام: بوڑھوں کو والدین یا دادا کی طرح سمجھ کر ادب کرو
3: ہم عمر کے ساتھ حسن سلوک: اپنے ہم جنسوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح اچھا برتاؤ کرو۔
4: بچوں سے محبت: بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار سے پیش آؤ جیسے وہ تمہاری اولاد ہوں۔
5: برے جذبات سے بچاؤ: کینہ، حسد، اور دشمنی سے دور رہو۔
6: نصیحت اور عزت: کسی کی نصیحت میں کمی نہ کرو، اور صحبت میں ایک دوسرے کے قول و فعل کی عزت کرو۔
7: بردباری: سچی صحبت وہ ہے جو اللہ کے لیے ہو۔ ایسی صحبت میں دوست کے کسی قول یا عمل پر ناراض نہ ہو، اور اسے چھوٹی باتوں پر نہ چھوڑو۔
(ملخصا از: کشف المحجوب، نواں کشف، باب: صحبت کے شرائط، صفحہ: 464)

اور فرماتے ہیں: "میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ صحبت کی شرط کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: صحبت میں اپنی خوشی نہ مانگو، کیونکہ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ انسان ہر ایک سے اپنی مرضی چاہتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے اکیلے رہنا بہتر ہے۔ جب وہ اپنی خواہشات چھوڑ دے اور اپنے ساتھی کی خوشیوں کا خیال رکھے، تب وہ صحبت میں کامیاب ہوگا۔

(المرجع السابق)

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور شعر ہے:

صحبت صالح تُرا صالح کند
صحبت طالح تُرا طالح کند

ترجمہ: نیک کی صحبت تجھے نیک بنا دیتی ہے، اور بدکار کی صحبت تجھے بدکار کر دیتی ہے۔

(گلستانِ سعدی، باب اول، در سیرتِ پادشاہان)

خلاصہ:

نیک اور دیندار لوگوں سے دوستی رکھیں۔
ہر رشتہ میں اخلاص، حسنِ اخلاق، اور امانتداری ہو۔
قطعِ تعلقی سے بچیں، اور غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش کریں۔
کسی کو حقیر نہ جانیں۔
ضرورت مند رشتہ داروں اور دوستوں کی مدد کریں۔
برائی میں ساتھ دینے والے دوست سے بچیں۔
نیک صحبت انسان کے دل کو زندہ کرتی ہے اور بری صحبت تباہی کا سبب بنتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: آدابِ وقت (وقت کی قدر و قیمت)

اسلام نے وقت کی حفاظت کو دین داری کا جزو قرار دیا ہے۔ وقت محض لمحوں کا بہاؤ نہیں، بلکہ انسان کی زندگی کا اصل سرمایہ ہے۔ جو وقت ضائع کرتا ہے، وہ اپنی زندگی کا حصہ گنواتا ہے۔ صوفیاء کرام نے وقت کو "نعمتِ مخفی" قرار دیا، جس کا ضائع ہونا روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

قرآنی تعلیمات:

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْعَصْرِ. إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ۔

ترجمہ: زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔

(سورۃ العصر، آیت 1 تا 3)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے یہاں "عصر" یعنی وقت یا زمانے کی قسم ذکر کر کے انسان کی حالت بیان فرمائی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وقت ایک انتہائی قیمتی نعمت ہے، اور اس کا ضائع کرنا سب سے بڑا نقصان ہے۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا

ترجمہ: وہی ہے جس نے رات اور دن کو یکے بعد دیگرے آنے والا بنایا تا کہ نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرے یا شکرادا کرے۔

(سورۃ الفرقان، آیت 62)

احادیثِ مبارکہ

وقت کی اہمیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَادِرْ بِالْأَعْمَالِ سِتًّا: إِمَارَةَ السُّفَهَاءِ، أَوْ بَيْعَةَ الضَّلَالَةِ، أَوْ كَثْرَةَ الشُّحِّ، أَوْ فَسَادَ الْعَهْدِ، أَوْ قَتْلَ النَّفْسِ، أَوْ فِتْنَةً تَعْمَى

ترجمہ: چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو: بیوقوفوں کی حکمرانی، گمراہ کن بیعت، بہت زیادہ لالچ، عہد کی خرابی، ناحق قتل، یا اندھا کرنے والے فتنے۔

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4058، کتاب الفتن، باب: المبادرۃ بالأعمال)

تشریح: یہ حدیث وقت کی قدر کرنے اور فتنوں سے پہلے نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ مشکل حالات وقت کو نیکیوں کے لیے محدود کر دیتے ہیں۔

اور فرمایا: أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ

ترجمہ: خوشیوں کو ختم کرنے والی چیز (یعنی موت) کو خوب یاد کرو۔

(سنن ترمذی، حدیث نمبر 2307، کتاب الزہد، باب: ما جاء فی ذکر الموت)

تشریح: موت کی یاد وقت کی اہمیت کو یاد دلاتی ہے۔ یہ ہر لمحے کو نیکیوں میں استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ وقت محدود ہے۔

اور فرمایا: مَنْ قَالَ حِينَ يُمْسِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ تِلْكَ اللَّيْلَةَ

ترجمہ: جو شخص شام کو تین بار کہے: میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں اس شر سے جو اس نے پیدا کیا، اسے اس رات کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔

(سنن ابوداود، حدیث نمبر 5088، کتاب الطب، باب: ما یقول عند النوم)

تشریح: یہ حدیث وقت کے مخصوص لمحات (جیسے شام) کو اللہ کے ذکر اور دعا میں استعمال کرنے کی اہمیت سکھاتی ہے، جو وقت کو برکت دیتی ہے۔

اور فرمایا: مَنْ جَاءَهُ أَجَلُهُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ، كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: جو شخص علم حاصل کرتے ہوئے مرے، جبکہ وہ اس علم سے اسلام کو زندہ کرنا چاہتا ہو، اس کا اور انبیاء کا جنت میں صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔

(سنن الدارمی، حدیث نمبر 354، مقدمۃ، باب: فضل العلم)

تشریح: یہ حدیث وقت کو علم اور نیک کاموں میں استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ وقت کو ضائع کرنے کی بجائے اسے دین کی خدمت میں لگانا عظیم اجر کا باعث ہے۔

اور فرمایا: نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

ترجمہ: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی قدر بہت سے لوگ نہیں کرتے: صحت اور فارغ وقت۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 6412، کتاب الرقاق، باب: الصحۃ والفراغ)

تشریح: یہ حدیث وقت اور صحت کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔ فارغ وقت کو نیک کاموں میں استعمال کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

اورفرمایا: **اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ**

ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، دولت کو غربت سے پہلے، فارغ وقت کو مصروفیت سے پہلے، اور زندگی کو موت سے پہلے۔

(سنن ترمذی، حدیث نمبر 2336، کتاب الزہد، باب: ماجاء فی اغتنام الأوقات)

تشریح: یہ حدیث وقت کی قدر کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ جوانی، صحت، اور فارغ وقت کو نیک کاموں میں استعمال کرنا چاہیے، کیونکہ یہ نعمتیں عارضی ہیں۔

اورفرمایا: **لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ .. الحدیث**

ترجمہ: ابن آدم کے قدم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے سے اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ ہو: اس کی عمر کہ اس نے کہاں گزاری؟ اس کی جوانی کہ اس نے کہاں خرچ کی؟ اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا؟

(جامع ترمذی، حدیث نمبر 2417، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب: ماجاء فی الحساب)

تشریح: یہ حدیث وقت کی عظیم اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ عمر اللہ کی دی ہوئی سب سے قیمتی نعمت ہے، اور قیامت کے دن انسان سے سب سے پہلے اس کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس نے اپنا وقت کیسے استعمال کیا۔ جوانی کا الگ سے ذکر اس کی طاقت اور توانائی کی وجہ سے ہے، جو نیک کاموں کے لیے بہترین موقع ہے۔ یہ حدیث ہر لمحے کو نیکی، عبادت، اور اللہ کی رضا کے لیے استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

فصل: اقوالِ صوفیہ

وقت کی قدر اور موت کی تیاری:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض حکما نے کہا:

"سب سے خوبصورت عمل یہ ہے کہ دنیا کی فریب کاری سے کنارہ کشی کرو، ابدی گھر یعنی آخرت کی طرف رجوع کرو، اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرلو۔

(احیاء علوم الدین، باب: المقام الأول من المرابطۃ، صفحہ 460)

ہر پل کی پکار: کوچ کرو!

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر صبح و شام ایک آواز دینے والا پکارتا ہے: اے لوگو! کوچ کا وقت آ گیا، تیاری کرو!

(المرجع السابق)

موت سے پہلے عبادت کی دوڑ

سحیم، مولیٰ بنی تمیم نے بیان کیا:

"میں عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا، انہوں نے مختصر نماز پڑھی اور میری طرف متوجہ ہو کر بولے: جلدی سے اپنی ضرورت بتا، کیونکہ میں عجلت میں ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا عجلت ہے؟ انہوں نے فرمایا: ملک الموت سے، اللہ تم پر رحم کرے۔ پھر میں اٹھا اور وہ دوبارہ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

(المرجع السابق)

روح نکلنے سے پہلے جلدی

داود طائی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے حدیث پوچھی:

انہوں نے فرمایا: مجھے معاف کرو، میں اپنی روح کے نکلنے سے پہلے تیاری میں مصروف ہوں۔

(المرجع السابق)

نیکی میں سستی نہ کرو

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہر کام میں سستی جائز ہے، مگر آخرت کے نیک اعمال میں کبھی سستی نہ کرو"۔

(المرجع السابق)

سانسوں کی گنتی اور گناہوں پر آنسو

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "تمہاری زندگی صرف سانسوں کا سلسلہ ہے۔

اگر سانس رُک گئی، تو تمہارے وہ نیک عمل بند ہو جائیں گے جن سے تم اللہ کے قریب ہوتے ہو۔

(المرجع السابق)

جوانی میں عبادت کی جلدی

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا: اے نوجوانو! جوانی میں خوب محنت کرو، ورنہ جب میری عمر کو پہنچو گے تو کمزوری اور کوتاہی تم پر غالب آ جائے گی، جیسے مجھ پر آئی۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب المراقبۃ، صفحہ 217)

عبادت کے تین سنہری اصول

حسن قزاز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ دین تین اصولوں پر قائم ہے: بھوک لگنے پر ہی کھاؤ، نیند غالب آنے پر ہی سوؤ، ضرورت پڑنے پر ہی بولو۔

(المرجع السابق)

تشریح: یہ تین اصول وقت کی حفاظت اور نفس پر قابو پانے کی حکمت سکھاتے ہیں۔ غیر ضروری کھانا، سونا، اور بولنا وقت کے ضیاع کا باعث بنتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: "میں نے وقت کو ایک تلوار پایا، جو بے خبری میں چلتی ہے، سو میں نے اسے اللہ کی یاد میں مصروف کر لیا۔

(طبقات الصوفیہ، جلد 1، صفحہ 150، مطبع دار الکتب العربیہ)

واقعات:

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی داستان:

"انہوں نے موت سے پہلے بہت سخت محنت کی۔ جب ان سے کہا گیا کہ کچھ آرام کر لیں، تو فرمایا: جب گھوڑے دوڑ کے آخر میں پہنچتے ہیں، تو اپنی پوری طاقت لگاتے ہیں۔ میری زندگی کا باقی وقت اس سے بھی کم ہے۔ وہ اسی طرح محنت کرتے رہے یہاں تک کہ وفات پا گئے۔

(احیاء علوم الدین، باب: المقام الأول من المرابطة، صفحہ 460)

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت منذر نے بیان کیا کہ میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے نفس سے کہتے سنا: ہائے تیری بدقسمتی! موت آنے سے پہلے تیاری کر، ہائے تیری بدقسمتی! موت آنے سے پہلے تیاری کر۔ وہ یہ بات ساٹھ بار دہرائے، جبکہ انہیں میرا وہاں ہونا معلوم نہ تھا۔

(المرجع السابق)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا جو اکثر بے کار بیٹھا رہتا تھا۔ حضرت نے فرمایا:

"وقت کی بے قدری وہ ظلم ہے جو انسان خود پر کرتا ہے، اور سب سے پہلا حساب وقت کا لیا جائے گا"۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب الصمت، صفحہ:210)

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک نوجوان حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"حضرت! میں توبہ کرنا چاہتا ہوں، لیکن وقت بار بار غفلت میں ضائع کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

"جو وقت اللہ کی یاد سے خالی ہو، وہ قیامت کے دن حسرت کا سامان ہوگا۔ اس لیے اپنے ہر لمحے کو قیمتی سمجھو، اور توبہ کو آئندہ پر نہ چھوڑو۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد 8، صفحہ 20)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: "کونسی چیز انسان کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے؟" آپ نے جواب دیا:

"زیادہ سونا، زیادہ کھانا، اور وقت کا ضیاع۔ یہی تین چیزیں انسان کو غفلت میں ڈال دیتی ہیں"۔

(الزہد الکبیر، امام بیہقی، صفحہ 100)

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

کسی نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا" حضرت! کوئی ایسی نصیحت فرمائیں جو میری دنیا و آخرت سنوار دے۔" آپ نے فرمایا:" ہر سانس کو آخری سانس سمجھو، اور ہر لمحے کو غنیمت جانو، کیونکہ وقت لوٹ کر نہیں آتا۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد 8، صفحہ 368)

خلاصہ:

ہر دن کے لیے نیت، مقصد اور منصوبہ بنائیں۔
نمازوں کے اوقات کو زندگی کا مرکز بنائیں۔
ذکر، تلاوت، مطالعہ، اور خدمتِ خلق کے لیے وقت نکالیں۔
فضول مجلسوں، لغو باتوں اور بے مقصد سرگرمیوں سے بچیں۔
وقت کو عبادت، سیکھنے، اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں صرف کریں۔
موبائل، سوشل میڈیا اور غیر ضروری مصروفیات کی حد مقرر کریں۔
اپنے دن کا محاسبہ کریں کہ کہاں وقت ضائع ہوا اور کہاں ثواب کمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل: آدابِ خلوت وتنہائی

خلوت وہ مقدس پناہ گاہ ہے جہاں دل، دنیا کے شور سے آزاد ہو کر اپنے معبودِ حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ یہ تنہائی محض جسم کی دوری نہیں، بلکہ قلب کی وہ کیفیت ہے جہاں نفس کی زنجیریں ٹوٹتی ہیں اور روح اللہ کے نور سے جگمگاتی ہے۔ خلوت وہ جادوئی لمحہ ہے جب بندہ اپنے رب سے راز و نیاز کرتا ہے، اپنے گناہوں پر آنسو بہاتا ہے، اور معرفت کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے اور اللہ کے حضور اپنی بے بسی پیش کرتا ہے۔ خلوت میں ذکر، فکر، اور عبادت، دل کو اس دنیا کے فانی رنگوں سے آزاد کرتی ہے اور اسے ابدی محبوب کے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔

خلوت کی اقسام

اس کی تین قسمیں ہیں:

جسمانی خلوت: دنیاوی ہنگاموں سے دوری، جیسے رات کو تہجد پڑھنا یا اعتکاف میں مسجد کے گوشے میں تنہائی جس میں جسم دنیا سے الگ ہوتا ہے۔

روحانی خلوت: دل کی تنہائی، جہاں ہجوم میں بھی دل اللہ کے ذکر یا فکرِ آخرت میں گم ہوتا ہے، جیسے بازار میں چلتے ہوئے ذکر کرنا۔

وقتی خلوت: مخصوص اوقات میں اللہ کے لیے تنہائی، جیسے فجر سے پہلے تہجد یا جمعہ کو غور وفکر۔

قرآنی تعلیمات

اللہ تعالیٰ فرماتا ارشاد ہے: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ○ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا
ترجمہ: صبح وشام اپنے رب کا نام یاد کرو، اور رات کے وقت اس کے لیے سجدہ کرو اور رات بھر اس کی تسبیح کرو۔

(سورۃ الدھر، آیات 25-26)

اور فرماتا ہے: الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
ترجمہ: جولوگ کھڑے، بیٹھے، اور اپنے پہلوؤں پر لیٹ کر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، (کہتے ہیں): اے ہمارے رب! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔
(سورۃ آل عمران، آیت 191)
فائدہ: صوفیاء خلوت کو ذکر وفکر کا سنہری وقت مانتے ہیں۔ تنہائی میں اللہ کی یاد اور کائنات پر غور قلب کو معرفت کے نور سے بھرتا ہے، اور سالک کو اللہ کی عظمت کے سامنے عاجزی سکھاتا ہے۔

خلوت میں عبادت کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَلَيْكَ بِالْعُزْلَةِ فَإِنَّهَا عِبَادَةُ الْأَبْرَارِ
ترجمہ: تنہائی اختیار کرو، کیونکہ یہ نیک لوگوں کی عبادت ہے۔
(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4109، کتاب الزہد، باب: فضل العزلۃ)
فائدہ: صوفیاء کے نزدیک خلوت دنیاوی ہنگاموں سے دوری اور اللہ سے قربت کا راستہ ہے۔ تنہائی میں عبادت قلب کو پاک کرتی ہے اور سالک کو نفس کے فریب سے بچاتی ہے، جو تصوف کا بنیادی مقصد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا، أَعَدَّهَا اللَّهُ لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَفْشَى السَّلَامَ، وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ
ترجمہ: جنت میں ایسی عمارتیں ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے نظر آتا ہے۔ اللہ نے انہیں ان لوگوں کے لیے تیار کیا جو کھانا کھلاتے ہیں، سلام پھیلاتے ہیں، اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔
(سنن ترمذی، حدیث نمبر 1984، کتاب صفۃ الجنۃ، باب: ماجاء فی غرف الجنۃ)

تنہائی میں اللہ سے راز ونیاز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُتَعَفِّفَ الْمُتَوَارِيَ

ترجمہ: اللہ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو پاکباز اور چھپ کر عبادت کرنے والا ہو۔

(مسند احمد، حدیث نمبر 21566، کتاب: مسند السعد بن أبي وقاص)

فائدہ: خلوت میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز اور گمنامی میں عبادت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ ہے۔ تنہائی سالک کو ریا سے بچاتی ہے اور اسے خالص اللہ کے لیے عبادت کی توفیق دیتی ہے، جو قلب کو نورِ معرفت سے بھرتی ہے۔

اقوالِ صوفیہ:

نفس چھوڑو، رب سے ملو

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے خواب میں اپنے رب عز و جل کو دیکھا اور عرض کیا: تیری ملاقات کیسے ہو؟ فرمایا: اپنے نفس کو چھوڑ اور آ جا۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب التوبہ، صفحہ 223)

حضرت ابوعبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ انہوں نے کہا: جو خلوت کو صحبت پر ترجیح دے، اسے چاہیے کہ وہ ہر ذکر سے خالی ہو سوائے اپنے رب کے ذکر کے، ہر خواہش سے آزاد ہو سوائے رب کی رضا کے، اور نفس کے مطالبات کو ہر سبب سے پاک کرے۔ اگر وہ اس کیفیت میں نہ ہو، تو خلوت اسے فتنے یا مصیبت میں ڈال دے گی۔

(المرجع السابق)

تشریح: خلوت دل کا باغ ہے، مگر اس کی حفاظت کے لیے نفس کی خواہشات ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو، تو خلوت نور کی بجائے فتنے کا باعث بن سکتی ہے۔

خلوت میں رب سے انس

یحیی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "دیکھ کہ تیری خوشی خلوت کی تنہائی میں ہے یا خلوت میں رب کے انس میں۔ اگر تنہائی سے خوشی ہے، تو خلوت سے نکلتے ہی یہ خوشی غائب ہو جائے گی۔ مگر اگر رب سے انس ہے، تو صحرا ہو یا جنگل، ہر جگہ تیرا دل اسی کے نور سے جگمگائے گا۔

(المرجع السابق)

خلوت میں دنیا و آخرت کی خیر

حضرت محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آیا۔ جب واپس جانے لگا تو اس نے کہا: مجھے نصیحت کریں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے دنیا و آخرت کی خیر خلوت اور قلیل خواہشات میں پائی، اور اس کا شر کثرت اور اختلاط میں دیکھا۔

(المرجع السابق)

خلوت کی پاکیزگی

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "خلوت تب تک پاکیزہ نہیں ہوتی جب تک حلال رزق نہ ہو، اور حلال رزق تب تک درست نہیں جب تک اللہ کے حقوق ادا نہ ہوں۔

(المرجع السابق)

خلوت اور اخلاص

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: " میں نے کوئی چیز خلوت سے زیادہ اخلاص کو بیدار کرنے والی نہیں دیکھی۔

(المرجع السابق)

تشریح: خلوت وہ کیمیا ہے جو دل کو ریا سے پاک کرتی ہے۔ تنہائی میں سالک کی عبادت خالص اللہ کے لیے ہوتی ہے، جو اسے اخلاص کے نور سے بھر دیتی ہے۔

اللہ کے لیے خلوت

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: " جو خلق سے خلوت کے ذریعے چھپتا ہے، وہ اس کے برابر نہیں جو اللہ کے لیے خلق سے چھپتا ہے۔

(المرجع السابق)

تشریح: سچی خلوت اللہ کی رضا کے لیے ہوتی ہے، نہ کہ محض تنہائی کے لیے۔ صوفی اپنے رب کی محبت میں خلق سے پردہ کرتا ہے، جیسے موتی سمندر کی گہرائی میں چھپتا ہے۔

دل کو خالی، رب سے جوڑو

ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " خلوت، دل کو لوگوں کے خیالات سے خالی کرتی ہے، ساری توجہ اللہ کے امر پر مرکوز کرتی ہے، اور ثابت قدمی کے عزم کو مضبوط بناتی ہے۔

(قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب، أبو طالب المکی، جلد 1، صفحہ 173)

خلوت کی مٹھاس

ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " سچا مرید وہی ہے جو خلوت میں ایسی خوشی اور مٹھاس پائے جو محفلوں میں نہ ملے۔ وہ تنہائی میں ایسی طاقت اور جوش پائے جو کھلے عام نہ ہو اور اس کا سکون تنہائی میں ہو۔

(المرجع السابق)

خلوت اور خالص عبادت

ابو نعیم اصبہانی حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے فرماتے ہیں:
" جو خلوت سے محبت کرتا ہے، اس نے خالص عبادت کا ستون تھام لیا اور سچائی کے بڑے رکن کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ذکر ذوالنون المصری، جلد 9، صفحہ 376)

واقعات:

شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی خلوت

حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " ایک مرتبہ میں نے دس دن تنہائی اختیار کی۔ صرف ذکرِ الٰہی، تلاوت اور مراقبہ میں مصروف رہا۔ دسویں دن دل پر ایسا نور نازل ہوا کہ میں نے محسوس کیا کہ میرا دل اللہ کے حضور ہے اور دنیا میرے پیچھے رہ گئی ہے۔

(الرسالۃ الشاذلیۃ، صفحہ 153، مطبع: دار المعرفہ، بیروت)

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا حال

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا رات کو تنہائی میں اپنے حجرے میں چراغ بجھا کر نفل نماز پڑھتیں، پھر زار و قطار روتی تھیں اور فرماتی تھیں:

"اے اللہ! دنیا والے سوتے ہیں، اور میں تجھ سے ہمکلام ہوں۔ مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں، صرف تیری رضا چاہیے"۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

"میں دنیا سے اس لیے نہیں کٹی کہ دنیا بُری ہے، بلکہ اس لیے کہ میرا رب تنہائی میں مجھے بلا رہا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء، امام ذہبی، جلد 8، صفحہ 241)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا خلوتی مقام

آپ فرماتے تھے:" میں نے 30 سال تنہائی میں ریاضت کی، یہاں تک کہ میرا دل اللہ کی طرف جھکنے لگا۔ پھر جو کچھ میں نے پایا وہ تنہائی کا ثمر تھا۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

" جب میں دنیا والوں سے چھپ کر اپنے رب سے بات کرتا ہوں، تب میں سب سے زیادہ آزاد ہوتا ہوں"۔

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 211، مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خلوت

آپ نے جوانی کے زمانے میں چالیس سال تک رات کو تہجد کے بعد فجر تک نوافل اور ذکر میں گزارے، اور پچیس سال تک جنگلوں میں خلوت اختیار کی۔

فرمایا کرتے تھے:

"میں نے جب نفس کو دنیا کی لذتوں سے کاٹا، تب اللہ کی لذت میسر آئی۔"

آپ فرماتے تھے کہ" تنہائی میں اللہ سے بات کرنا، جنت کی ابتدائی نعمت ہے۔"

(قلائد الجواہر، صفحہ 23، مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ اور خلوت

آپ نے دنیوی شہرت، علم، مناظرے سب چھوڑ دیے اور شام کے علاقے میں جا کر دس سال تنہائی اختیار کی۔ غاروں، مسجدوں، اور حجرے میں صرف ذکر، تلاوت، اور مراقبہ کرتے رہے۔ اور فرماتے ہیں:

" جب میں نے لوگوں سے منہ موڑا، تب اللہ نے مجھے دل کی آنکھ عطا فرمائی۔

(المنقذ من الضلال، صفحہ 33، مطبع دار المنہاج، جدہ)

خلاصہ:

دن میں کم از کم 10 15 منٹ خلوت اختیار کریں۔

اس وقت میں صرف اللہ کا ذکر کریں:" اللہ، اللہ" یا" لا إلہ إلا اللہ"۔

دل کی حالت کا جائزہ لیں: کیا ہم اللہ سے قریب ہیں؟

محاسبۂ نفس کریں: دن میں کون سا عمل اللہ کی رضا کے خلاف ہوا؟

مراقبہ کریں: آنکھیں بند کر کے تصور کریں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ حَيَاتَنَا عَلَى السُّنَّةِ، وَمَمَاتَنَا عَلَى الْإِيمَانِ، وَكُلَّ أَعْمَالِنَا خَالِصَةً لِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ۔ اللّٰهُمَّ أَدِّبْنَا بِأَدَبِ الْإِسْلَامِ، وَزَيِّنْ أَخْلَاقَنَا بِزِينَةِ الْإِيمَانِ، وَارْزُقْنَا الْعِفَّةَ وَالْحَيَاءَ وَالصِّدْقَ وَالرِّفْقَ وَالْوَقَارَ فِي كُلِّ شَأْنٍ مِنْ شُؤُونِ الْحَيَاةِ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب: {حسن معاشرت}

انسان ایک سماجی مخلوق ہے، اور اس کی فطرت میں تعلق، ربط، اور تعلق داری شامل ہے۔ اسلام نے اس فطرت کی اصلاح کرتے ہوئے "حسنِ معاشرت" کو نہ صرف ایک سماجی اخلاق قرار دیا بلکہ روحانیت وسلوک کی بنیاد بھی بنایا ہے۔

تعریف: حسنِ معاشرت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے قول وعمل، برتاؤ اور تعلقات میں اعلیٰ اخلاق، شفقت، تواضع، اور محبت کا مظاہرہ کرے۔

فصل: حسنِ معاشرت کا قرآنی تصور

قرآن مجید نے حسنِ معاشرت کو ایمان کی علامت اور نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا: "وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا"

"اور لوگوں سے اچھی بات کہو"

(سورۃ البقرۃ:83)

فائدہ: یہ ایک جامع حکم ہے جو تمام معاملات، تعلقات، اور گفتگو کے دائرے کو محیط ہے۔

حسنِ معاشرت، اہلِ ایمان کی صفات میں سے ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا"

"اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں، اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو نرمی سے جواب دیتے ہیں"

(سورۃ الفرقان:63)

فائدہ: یہ آیت حسنِ معاشرت کی اعلیٰ مثال ہے کیوں کہ اس میں عاجزی، حلم، اور بردباری کا درس ہے

حسنِ معاشرت میں عدل اور احسان ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"

"بیشک اللہ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے"

(سورۃ النحل:90)

فائدہ: عدل اور احسان، معاشرتی زندگی کے دو ستون ہیں۔ حسنِ معاشرت کا مطلب صرف ظلم سے بچنا نہیں بلکہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا بھی ہے۔

صبر وعفو اور حسنِ معاشرت ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا، أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ"

"اور چاہیے کہ وہ معاف کرنے والے اور درگزر کرنے والے بنیں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے؟"

(سورۃ النور:22)

فائدہ: معاف کردینا اور درگزر کرنا حسنِ معاشرت کا اہم حصہ ہے۔ یہ وہ عادت ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی معافی کے قریب کردیتی ہے۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

"وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا"

"اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین سے اچھا سلوک کرو"

(سورۃ الِاسراء:23)

فائدہ: یہاں حسنِ معاشرت کا آغاز گھر سے بتایا گیا ہے، اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو اللہ کی عبادت کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔

ہمسایوں اور معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ حسنِ سلوک ارشادِ ربانی ہے:

"وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ..."

"اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی اور دور کے ہمسایوں سے حسنِ سلوک کرو..."

(سورۃ النساء:36)

فائدہ: اس آیت میں حسنِ معاشرت کے کئی میدانوں کا ذکر ہے: گھر، خاندان، محلہ، اور پورا معاشرہ۔

حسنِ معاشرت اور زبان کی اصلاح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"مَّا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ"

"کوئی بھی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر ایک نگران (فرشتہ) اس پر مقرر ہے"

(سورۃ ق:18)

فائدہ: زبان کے ذریعے دوسروں کو اذیت دینا بدترین معاشرتی خرابی ہے۔ حسنِ معاشرت کا سب سے پہلا مظہر زبان کی نرمی اور شائستگی ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں حسنِ معاشرت:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سراسر حسنِ معاشرت کا عملی نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف زبانی تعلیم دی بلکہ عملی کردار سے بھی امت کو دکھایا کہ حسنِ سلوک، نرمی، حلم، عدل، عفو، اور صبر کا کیا مطلب ہے۔

فصل: حسن معاشرت اور فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حسن معاشرت، مکمل ایمان کا معیار ہے، جیسا کہ:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَفْضَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا"

"کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔"

(سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، حدیث:1162، مطبع دار السلام، ریاض)

سب سے بہتر کون؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي"

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بہتر ہو، اور میں اپنے اہلِ خانہ کے لیے سب سے بہتر ہوں۔"

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل أزواج النبی، حدیث:3895)

نرم گوئی اور نرمی کی فضیلت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ"

"نرمی جس چیز میں ہو، اُسے زینت دیتی ہے، اور جس سے نکال لی جائے، وہ اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق، حدیث:2594)

مسلمانوں کو تکلیف نہ دینا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ"

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

(صحیح بخاری، کتاب ال ایمان، حدیث:10، مطبع دار ابن کثیر، بیروت)

غصہ ضبط کرنا اور معاف کرنا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا"

"صدقہ مال کم نہیں کرتا، اور جو بندہ معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عزت دیتا ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، حدیث:2588)

خندہ پیشانی اور مسکرانا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ"

"تمہارا اپنے بھائی کو مسکرا کر دیکھنا بھی صدقہ ہے۔"

(جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، حدیث:1956)

دوسروں کو راحت دینا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً، نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

"جو کسی مومن کی دنیاوی پریشانی دور کرے، اللہ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور کرے گا۔"

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، حدیث:2699)

حیاء اور حسنِ خلق

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ"

"پہلی نبوتوں کی بچی ہوئی باتوں میں سے ہے کہ جب تم میں حیاء نہ رہے، تو جو چاہو کرو۔"

(صحیح بخاری، کتاب الادب، حدیث:3483)

فصل: حسنِ معاشرت اور کردار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، کبھی آپ نے اُف تک نہ کہا، نہ کبھی یہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہ کیا؟"

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث:2329، مطبع: دار السلام، ریاض)

حضور کا عفو و درگزر

فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن دشمنوں کو بھی معاف کر دیا جنہوں نے آپ کو طائف میں پتھر مارے، جنگوں میں قتل کروایا، مگر آپ نے ان سے فرمایا: "اذھبوا فأنتم الطلقاء"

''جاؤ، تم سب آزاد ہو۔''

(سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 412، مطبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ہمسایوں سے حسنِ سلوک

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

" یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں اپنے لیے اور اپنے اہلِ خانہ کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہوں۔"

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" پہلے اپنے ہمسایوں کے لیے دعا کرو، پھر اپنے لیے۔"

(مستدرک حاکم، حدیث: 7302، کتاب الدعوات، مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

فائدہ: یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمسایوں کے حقوق کو اپنے ذاتی حقوق پر مقدم سمجھنا سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اور روایت ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: " وہ (کامل) مؤمن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث: 8917، مطبع: دار الحرمین، قاہرہ)

حضور کا گھریلو معاملات میں حسنِ معاشرت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ " نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے، کپڑے سی لیتے اور جانوروں کو باندھتے تھے۔"

(مسند احمد، حدیث: 24602، جلد 6، صفحہ 121، مطبع: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

بچوں سے نرمی اور محبت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کندھوں پر بٹھاتے، ان سے محبت سے پیش آتے۔ اور فرماتے:

"من أحب الحسن والحسين فقد أحبني"

ترجمہ: ''جس نے حسن و حسین سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی۔''

(جامع ترمذی، حدیث: 3768، کتاب المناقب، باب: مناقب الحسن والحسین، مطبع: دار السلام، ریاض)

دشمنوں سے بھی حسنِ سلوک

طائف میں اہلِ طائف نے پتھر مارے، مگر جب فرشتہ عذاب لے کر آیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بل أرجو أن يخرج الله من أصلابهم من يعبد الله وحده"

''میں امید رکھتا ہوں کہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ نکلیں گے جو اللہ کو ایک مانیں گے۔'' (لہٰذا ان پر عذاب نازل نہ کیا جائے)

(صحیح بخاری، حدیث: 3059، کتاب بدء الخلق، مطبع: دار ابن کثیر، دمشق)

جانوروں اور بے زبانوں پر رحم

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ بھی اجر ملتا ہے؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہر جاندار پر رحم کرنے میں اجر ہے۔"

(صحیح بخاری، حدیث: 6009، کتاب الادب، باب فضل سقی الماء، مطبع: دارالسلام، ریاض)

حسنِ معاشرت کا نتیجہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جو اخلاق میں بہترین ہوگا۔

(جامع ترمذی، حدیث: 2018، کتاب البر والصلۃ، مطبع: دار ابن الجوزی، قاہرہ)

نتیجہ

احادیثِ مبارکہ میں حسنِ معاشرت کو ایمان، عبادت، اور نجات سے جوڑا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے **قولاً اور عملاً** سکھایا کہ حسنِ سلوک، نرمی، معافی، صبر، خندہ پیشانی اور حلم ہی وہ صفات ہیں جن سے ایک صالح معاشرہ جنم لیتا ہے۔

فصل: صوفیہ کا حسنِ معاشرت

اقوالِ صوفیہ:

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "لوگوں کے عیبوں کو

چھپاؤ، اُن کی خطاؤں پر پردہ ڈالو، ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرو جیسے تم اپنے ساتھ چاہتے ہو۔"

(الفتح الربانی، جلد 2، صفحہ 56، مطبوعہ: مکتبہ رحمانیہ)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"صوفی وہ ہے جس کا دل لوگوں کے لیے محبت سے بھرا ہو، اور جس کا ہاتھ اور زبان دوسروں کو ایذا نہ پہنچائے۔"

(کشف المحجوب، صفحہ 143، مطبوعہ: ادارہ اسلامی لاہور)

حضرت بایزید بسطامی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے:

"جو اپنی حقیقت کو پہچان لے، وہ دوسروں کے عیبوں کی طرف نہیں دیکھتا، اور جو لوگوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرے، وہ دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 130، مطبوعہ: دارالکتب العربیۃ، قاہرہ)

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ بندہ مخلوق کے ساتھ ہمیشہ حسنِ اخلاق سے پیش آئے۔"

(الرسالۃ القشیریۃ، صفحہ 92، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"نیک لوگوں کے اخلاق میں یہ شامل ہے کہ لوگوں کی اذیت پر صبر کریں، ان کے ساتھ حسنِ معاشرت رکھیں، اور جو تم سے بدسلوکی کرے، اس کے ساتھ بھلائی کریں۔"

(حلیۃ الأولیاء، جلد 9، صفحہ 384، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت)

واقعات:

حضرت شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت شیخ احمد رفاعی (رحمۃ اللہ علیہ) سے بدزبانی کی، آپ نے نہایت بردباری سے فرمایا:

"اللہ تمہیں بھی معاف کرے، جس طرح میں نے تمہیں معاف کیا۔"

(رفاعی سلسلہ، صفحہ 112، مطبوعہ: دارالمصنف)

سلطان الاولیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دن آپ کے دروازے پر ایک شخص آیا اور آپ کی شان میں نازیبا باتیں کیں۔ آپ نے اس شخص کی باتوں کو رد نہ کیا، بلکہ آپ نے فرمایا:

"اللہ تمہیں ہدایت دے، میں تمہیں معاف کرتا ہوں کیونکہ تم نے مجھ سے غلط کہا ہے، اور میں اللہ کے راستے میں ان باتوں کو نظرانداز کرتا ہوں۔"

("الفتح الربانی"، جلد 2، صفحہ 150)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم نے آپ کی شان میں گستاخی کی، آپ نے مسکرا کر فرمایا: "محبت سے بڑھ کر کوئی تلوار نہیں۔"

چند دن بعد وہ شخص آپ کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

(کلیاتِ چشتیہ، صفحہ 88، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ)

خلاصۂ باب

غصے میں صبر کریں۔
دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں۔
اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھیں۔
دوسروں کی مدد کریں چاہے وہ مدد مانگیں یا نہ مانگیں۔
ہر ایک کے لیے بھلائی چاہیں۔
لوگوں کے ساتھ ہمیشہ مسکرا کر بات کریں۔
کسی کی غیبت اور بدگوئی سے بچیں۔
نرمی سے سمجھائیں، سختی نہ کریں۔
دوسروں کی عزت کریں خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔
جھگڑے اور فساد سے بچیں، اور صلح کرنے والے بنیں۔

اللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِحُسْنِ الْخُلُقِ، وَاجْعَلْنَا لِلنَّاسِ رَحْمَةً، وَلَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِعِبَادِكَ۔

اللّٰهُمَّ طَهِّرْ أَلْسِنَتَنَا مِنَ الْغِيبَةِ وَالْكَذِبِ، وَقُلُوبَنَا مِنَ الْحِقْدِ وَالْحَسَدِ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَوَاضِعِينَ الصَّابِرِينَ الرَّاحِمِينَ۔

اللّٰهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاجْعَلْنَا مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ، مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَعَاشِرَتَنَا نُورًا، وَصَفَاءً، وَسَكِينَةً، وَارْزُقْنَا حُبَّ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ، وَارْزُقْ عِبَادَكَ حُبَّنَا لِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ۔